وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ

بخلوں سے یارو باز بھی آؤ گے یا نہیں — خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں
باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں — حق کیطرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں
اب عذر کیا ہے کچھ بھی بتاؤ گے یا نہیں
مخفی جو دل میں ہے وہ سناؤ گے یا نہیں

ENTERED
10 DEC 2013

مباحثۂ سارچور

برمسئلہ

حیات و ممات مسیح علیہ السلام

مابین

مولانا مولوی جلال الدین صاحب شمس (مولوی فاضل) احمدی و مولوی عبد اللہ صاحب (مولوی فاضل) غیر احمدی

بار دوم

باہتمام محمد یامین تاجر کتب قادیان دار الامان

قیمت

(انتظام مسلم پریس قادیان میں باہتمام چوہدری اللہ بخش پرنٹر کے محمد یامین پبلشر نے قادیان سے شائع کیا)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَالْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

مباحثہ سارچور

وجہ قیام مباحثہ

۳۱- اگست اور یکم ستمبر ۱۹۲۰ء کو موضع سارچور ضلع گورداسپور تحصیل بٹالہ میں مابین احمدیان وغیر احمدیان ایک زبردست مباحثہ مسئلہ حیات و وفاتِ مسیح پر ہوا - وجہ اس مباحثہ کے قیام کی یہ ہوئی کہ ایک شخص مسمی محمد اسمٰعیل (جو اپنے آپ کو باوجود علوم دینیہ سے نابلد ہونے کے بزمرہ مولویان شمار کرتا تھا حالانکہ قرآن مجید بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا - شب وروز احمدیت کے خلاف شعر کہنا اس کا کام ہے - اس کے اشعار کی کیفیت یہ ہے - نہ قافیہ ٹھیک نہ وزن برابر اور نہ ردیف کا لحاظ) موضع سارچور میں بغرض وعظ آیا - اور لوگوں کو احمدیت کے خلاف بہکایا - اور گورنمنٹ کے خلاف عوام الناس کو بھڑکایا احمدیوں نے اس کا مقابلہ کیا -

اسی اثناء میں میرے مکرم فاضل مولوی نور احمد صاحب ساکن لودی ننگل بھی ایک بیمار کے علاج کرنے کے لیئے قریہ مذکور میں پہنچ گئے - محمد اسمٰعیل سے آپ کی گفتگو ہوئی - تو اُسے کچھ جواب نہ بن آیا -

تب غیر احمدیوں نے قصبہ فتح گڑھ چوڑیاں سے مولوی عبدالحی صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب مولوی فاضل اور مولوی صدر الدین صاحب کو بلایا - اور احمدیوں سے کہا ہم مولوی ثناء اللہ امرتسری کو لاتے ہیں - اور آپ بھی قادیان سے علماء منگوائیں -

میرے جانیکی وجہ

اس قرارداد پر دو احمدی ۳۰- اگست ۱۹۲۰ء کو قادیان دارالامان میں آئے - تاکہ اُن کے ساتھ کوئی عالم بھیجا جاوے - میں کلانور کے

مباحثہ سے جو ۲۸ - اگست سنہ ۱۹۳۲ء کو ہوا۔ آتے ہوئے اپنے گاؤں (سیکھواں) میں ٹھیر گیا تھا۔
اس لیئے وہ دونوں بھائی میرے گاؤں میں جناب امیر جماعت احمدیہ قادیان کا رقعہ
لیئے ہوئے پہنچے - میرا ارادہ اس دن قادیان آجانیکا تھا۔ جب رقعہ دیکھا تو اسمیں یہ لکھا تھا

"مکرم بندہ مولوی جلال الدین صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج دو
آدمی جن کے ہاتھ یہ رقعہ روانہ کیا جاتا ہے۔ سارچور سے یہاں پہنچے وہاں
یعنی سارچور میں مباحثہ کے لیئے ایک عالم کی ضرورت ہے۔ تجویز کیا گیا ہے کہ
آپ وہاں ان کے ہمراہ تشریف لے جاویں۔ خدا آپ کے ساتھ ہو"

یہ رقعہ پڑھتے ہی بندہ اور حافظ سلیم احمد خان اٹاوی بتوکل علی اللہ اسطرف چل دیئے
ہم بٹالہ پہنچے ہی تھے۔ کہ آفتاب نے شفق کی چادر اوڑھ لی۔ اور شب کی آمد شروع
ہوئی۔ سارچور وہاں سے ۹ میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس لیئے تجویز پیش ہوئی۔ کہ رات یہاں
بٹالہ میں قیام کرتے ہیں۔ علی الصبح روانہ ہو نگے۔ میں نے کہا۔ نہیں وہاں ضرور پہنچنا چاہیئے۔
تا ہمارے احمدی بھائیوں کو کسی قسم کی تشویش نہ ہو۔ چنانچہ رات ہی کو ہم وہاں پہنچ گئے۔
جھوٹی افواہیں پھیلانے والے شرمندہ ہوئے۔ ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی مولوی نور احمد صاحب
اور مولوی عبد الحی صاحب کے درمیان مباحثہ کے لیئے خط وکتابت کا سلسلہ جاری تھا۔
اس خط وکتابت میں بھی مولوی نور احمد صاحب نے ان کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ چنانچہ
آخری رقعہ کا جواب تک نہ دیا تھا۔ (یہ خط وکتابت بوجہ طوالت نہیں لکھ سکتا) بہرکیف
ہمارے پہنچنے پر ان سے کہا گیا۔ کہ اگر آپ مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ ....
...... تو مناظرہ تحریری ہونا بہ نسبت تقریری کے سودمند ہے۔ اس کی شرائط کا فیصلہ کر
لینا چاہیئے۔ لیکن فریق ثانی کی یہ حالت کہ نہ وہ مباحثہ تحریری منظور کریں اور نہ شرائط
کا تصفیہ۔ بہت مشکل ہوئی۔ آخر کار گاؤں کے احمدیوں اور غیر احمدیوں نے یہ فیصلہ کیا۔
کہ موضوع مباحثہ حیات ووفات مسیح ہو۔ اور امن بذمہ فریقین ہو۔ دونوں طرف سے تحریر
ہو گئی۔ کہ ہر ایک فریق اپنے فریق کے امن کا ذمہ وار ہوگا۔ اور ہر دو فریق کا کوئی
شخص اثناء مناظرہ میں دنگہ وفساد شور وغل کرنے کا مجاز نہیں ہوگا۔ اس شرط پر دونو
فریق جائے بحث میں ۱۲ بجے دن کے پہنچ گئے۔
احمدیوں کی طرف سے عاجز راقم مناظر مقرر ہوا۔ اور غیر احمدیوں کی طرف سے مولوی

عبداللہ صاحب مولوی فاضل قرار پائے۔

احمدیوں کی طرف سے فاضل مولوی نور احمد صاحب اور فریق مخالف کی طرف سے مولوی عبدالحی صاحب پریزیڈنٹ متعین ہوئے۔

اس کے بعد میں نے کہا کہ وقت متعین کیا جائے۔ اور پریزیڈنٹوں کا یہ کام ہوگا کہ جب کسی مناظر کا وقت ختم ہو جائے۔ تو اس کو اطلاع دے دیں۔ کہ آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے اس پر مناظر غیر احمدی صاحب نے کہا۔ کہ یہ کس مناظرہ کی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ پریزیڈنٹوں کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ وقت بتاویں۔ میں نے کہا۔ آپ ہی بتاویں۔ کہ کس مناظرہ کی کتاب میں ایسا مسطور ہے۔ کہ مناظرہ میں پریزیڈنٹ بنانا ضروری ہے اس پر مولوی صاحب بہت گھبرائے۔ اور آخر ہماری بات کو منظور کر لیا۔ پھر مولوی عبداللہ صاحب کو ہماری طرف سے افتتاحی تقریر کرنے کے لیئے کہا گیا۔ جو انہوں نے اس کا جواب دیا۔ اور جو میں نے جواب الجواب دیا۔ وہ احمدی اور غیر احمدی کے عنوان سے تحریر کرتا ہوں:۔

غیر احمدی۔ آپ وفاتِ مسیح کے مدعی ہیں۔ اس لیئے اُصولِ مناظرہ کی رُو سے پہلی تقریر آپ کے ذمہ ہے۔

احمدی۔ آپ حیاتِ مسیح کے مدعی ہیں۔ اور حیات وفات سے پہلے ہوتی ہے۔ اس لیئے آپ پہلے حیاتِ مسیح کا ثبوت دیں۔

غیر احمدی۔ حیات سے پہلے بھی ایک موت ہے اس لیئے فطرتی امر کو مدنظر رکھتے ہُوئے ہم کہتے ہیں۔ کہ آپ مماتِ مسیح کا ثبوت دیں۔

احمدی۔ حیات سے جو پہلے موت ہے۔ اس میں کسی قسم کا تنازع نہیں ہے متنازعہ فیہا موت وہ ہے۔ جو حیات کے بعد ہُوا کرتی ہے۔ لہٰذا آپ پر لازم ہے۔ کہ آپ حیات مسیح کا ثبوت دیں۔ ہاں اگر آپ مسیح کی حیات سے پہلی موت کا انکار کرتے ہیں تو میں ثبوت دینے کے لیئے تیار ہُوں۔ آپ پہلے اقرار کریں۔ کہ مسیح پر نیستی قبل الحیات طاری نہیں تھی۔ پھر میں ثبوت دونگا۔

غیر احمدی۔ حیاتِ مسیح تو صحابہؓ ائمہ اور مفسرین سب کے نزدیک مسلم چلی آتی ہے نیا دعوےٰ مرزا صاحب نے پیش کیا ہے۔ کہ مسیح وفات پا گئے ہیں۔ اور مدعی وہ ہوتا ہے

جو نئی بات پیش کرے۔ اس لیئے آپ پہلے وفاتِ مسیح کا ثبوت دیں؛

احمدی۔ حیاتِ مسیح کا عقیدہ اگر قرآن مجید و احادیث و اجماع سے ثابت ہے تو کیوں آپ ثبوت نہیں دیدیتے۔ حضرت مسیح موعود نے کوئی نیا دعویٰ پیش نہیں کیا۔ بلکہ یہی فرمایا ہے۔ کہ مسیح بھی اور رسولوں کی طرح وفات پا گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود حیاتِ مسیح کا انکار فرماتے ہیں۔ اور آپ اسکے مدعی ہیں۔ انکار کرنے والے پر ثبوت نہیں ہوتا۔ بلکہ ثبوت مدعی کی گردن پر ہوتا ہے۔

غیر احمدی۔ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ "مسیح تو انجیل کو ناقص چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے۔

احمدی۔ اس کے پہلے اور پیچھے کی عبارت پڑھیں۔ اور مجھے وہ کتاب دکھائیں میں آپ سے تصحیح نقل چاہتا ہوں۔

غیر احمدی۔ براہین احمدیہ میں لکھا ہے۔

احمدی۔ مجھے آپ کتاب دکھائیں۔ اور آگے پیچھے کی عبارت پڑھیں۔

غیر احمدی۔ مجھ پر لازم نہیں ہے۔ کہ میں آپ کو کتاب دکھاؤں۔

احمدی۔ آپ پر اصول مناظرہ کی رو سے واجب ہے کہ آپ دکھائیں۔

غیر احمدی۔ نہیں مجھ پر لازم نہیں۔ کہ میں آپ کو کتاب سے دکھاؤں؛

احمدی۔ اگر آپ پر لازم نہیں ہے۔ کہ آپ دکھائیں۔ تو آپ تصحیح نقل کی تعریف کریں۔

غیر احمدی۔ آپ کتاب (رشیدیہ) مجھے دیں۔

احمدی۔ میں آپ کو کتاب دیدونگا۔ آپ پہلے تصحیح نقل کی تعریف تو کریں۔ تاکہ میں دیکھوں کہ آپ اصول مناظرہ سے کتنی واقفیت رکھتے ہیں۔

غیر احمدی۔ میرے شاگرد مولوی فاضل ہیں۔ میں آپ سے اصول مناظرہ زیادہ جانتا ہوں۔ آپ کتاب دیں۔

احمدی۔ جبھی تو میں کہتا ہوں۔ کہ آپ تصحیح نقل کی تعریف کریں۔ کتاب میں تو تعریف لکھی ہے۔ آپ کتاب اسی لیئے مانگتے ہیں کہ آپ کتاب سے دیکھ کر بتائیں۔

آخر حاضرین نے کہا۔ کہ اصل مسئلہ پر بحث کی جائے۔ اس لیئے حاضرین کی درخواست

پر مولوی نور احمد صاحب نے غیر احمدی مناظر کو مخاطب کر کے فرمایا کیا آپ حیات مسیح کا ثبوت دیں گے یا نہیں ؟

غیر احمدی مناظر نے جواب دیا۔ کہ میں پہلے تقریر نہیں کرونگا آپ کریں۔ اس لیئے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا گیا۔ کہ حیاتِ مسیح کا ثبوت تو یہ دے نہیں سکتے۔ حالانکہ ان پر لازم ہے۔ کہ پہلے یہ ثبوت دیں۔ مگر خیر۔ سامعین کی درخواست پر کہ ان کا وقت ضایع نہ ہو۔ مباحثہ کو شروع کیا جاتا ہے۔ اور افتتاحی تقریر ہم ہی کر دیتے ہیں۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم لوگوں تک حق پہنچا دیں۔

ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ اس لیئے یہ اعلان کیا گیا۔ کہ پہلے فریقین نمازیں ادا کرلیں۔ پھر مباحثہ شروع ہوگا۔

فریقین نمازیں ادا کرتے ہی قریبًا ڈھائی بجے میدانِ مباحثہ میں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ اور پونے تین بجے سے لے کر ۶ بجے شام تک مباحثہ قرار پایا۔ اور پندرہ پندرہ منٹ کی باری مقرر ہوئی۔ اسی طرح دوسرے دن ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک اور کچھ نماز ظہر کے بعد بھی مباحثہ ہوا۔

احمدی۔ قرآن مجید میں بہت سی آیات وفاتِ مسیح پر دال ہیں۔ منجملہ ان آیات کے آیت وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (سورۂ مائدہ ع ۱۶ پ ۷) خدا تعالےٰ فرماتا ہے قیامت کے دن حضرت عیسیٰ پر سوال ہوگا کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا۔ کہ وہ مجھے اور تیری والدہ کو خدا کے سوائے معبود من دون اللہ بنائیں۔ تو حضرت عیسےٰ جواب دینگے میں نے ان کو ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ بلکہ میں تو ان کو اس بات کی تاکید کرتا رہا۔ کہ خدائے واحد کی عبادت کرو۔ اور میں اپنی حین حیات ان پر نگران اور محافظ رہا۔ میری زندگی میں تو انہوں نے ایسا عقیدہ ظاہر نہیں کیا۔ ہاں جب تو نے مجھے وفات دیدی۔ پھر مجھے پتہ نہیں۔ کہ آیا انہوں نے شرک اختیار کیا۔ یا خدائے واحد کی عبادت میں مشغول رہے۔ میرے مرنے کے بعد کے حالات تجھے ہی معلوم ہیں۔ مجھے معلوم نہیں۔

استدلال | اس آیت سے بقول حضرت عیسیٰ وفاتِ مسیح عیاں ہے۔ بایں وجہ کہ آپ عیسائیوں کے شرک اختیار کرنے کا وقت اپنی وفات کے بعد بتلاتے ہیں سو ہم عیسائیوں

کی طرف نظر کرتے ہیں۔ کہ آیا اس وقت مشرک ہیں۔ یا نہیں۔ وہ تثلیث کے قائل ہیں
"عیاں راچہ بیاں"

دوسری آیت دوسری آیت جو وفاتِ مسیح پر دلالت کرتی ہے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ الخ (سورہ آل عمران ع پ)

شانِ نزول یہ آیت جنگ اُحد میں جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پتھر لگ جانے کی وجہ سے بیہوش ہوگئے تھے۔ نازل ہوئی۔ کفار مکہ نے اسوقت یہ مشہور کر دیا تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قتل ہوگئے ہیں۔ اس خبر کے سُننے سے بعض صحابہ کے پاؤں اکھڑ گئے تھے۔ تو ایسے مشکل وقت میں جبکہ صحابہ پر پریشانی حیرت اور سراسیمگی کا عالم طاری تھا۔ ان کو تسلی دینے کے لیئے یہ آیت اُتری۔ کہ ایسا نہیں چاہیئے کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہوجائیں۔ تو تم اپنے دین سے ارتداد اختیار کرو۔ کیونکہ آپ تو منجملہ رسل اللہ رسول ہیں اور آپ سے پہلے جس قدر رسول تھے۔ سب وفات پاگئے ہیں۔ اگر آپ مرجائیں۔ یا قتل کئے جائیں۔ تو کیا ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤگے۔

استدلال حضرت عیسےٰ علیہ السلام نبی کریم سے پہلے ایک رسول تھے۔ اور مذکورہ بالا آیت سے ظاہر ہے۔ کہ آپ سے پہلے کے تمام رسول وفات پاچکے ہیں۔ لہذا حضرت عیسےٰ علیہ السلام بھی وفات یافتہ ہیں۔

تیسری آیت خداتعالےٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ (مائدہ ع) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (مائدہ ع پ) کہ جو تثلیث فی التوحید اور مسیح کی الوہیت کے قائل ہیں وہ کافر ہیں۔ ان آیات سے ثابت ہوا۔ کہ مسیح کو معبود من دون اللہ مانا جاتا ہے۔ اور سورہ نحل میں خداتعالےٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۔ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۖ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ (سورہ نحل ع پ) کہ جو لوگ من دون اللہ معبود مانتے ہیں اور ان کو مجیب الدعوات قرار دیتے ہیں۔ ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔ ان کو خالق خیال کرتے ہیں وہ کچھ

خلق نہیں کرتے۔ ورآنحالیکہ وہ خود عالم خلق سے ہیں۔ ایسے تمام الٰہ غیر اللہ اموات میں شامل ہیں۔ وہ بالکل زندہ نہیں ہیں۔ اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ قیامت کب ہوگی ان دونوں آیات کے التصاق وارتباط سے صاف نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ جو معبود من دون اللہ مانے جاتے ہیں۔ اموات میں شامل ہیں۔ زندہ نہیں۔

اموات کے لفظ میں ایک شبہ کا جواب

ایک شبہ پڑ سکتا تھا۔ کہ عابدین معبودان باطلہ کافر ہوئے جو اپنے آپ کو اللہ منوانے والے تھے۔ ان کو کافر کیوں نہیں کہا گیا۔ تو اس کا جواب دیا کہ ان کو معبود ایسی حالت میں بنایا گیا ہے کہ وہ اموات تھے۔ ان کو کیا معلوم کہ ہمیں معبود بنایا گیا ہے یا نہیں جیسا کہ آیت وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ سے ظاہر ہے۔ اور اسی لیئے حضرت مسیح قیامت کے دن خدا تعالےٰ کے سوال کے جواب میں فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ عرض کرینگے۔

جب میں تقریر کر چکا۔ تو غیر احمدی مناظر تردید کے لیئے کھڑا ہوا۔ میرے خیال میں یہ بات ناظرین کے لیئے زیادہ مفید ہوگی۔ کہ غیر احمدی مناظر کی تردید اور اپنے جوابات کو بطور مکالمہ کے لکھوں؛

غیر احمدی۔ اوّل تو توفّی کے معنی مرنے کے نہیں ہیں۔ اگر ہم تسلیم ہی کریں۔ تو پھر حضرت مسیح کی توفیتنی سے وفات ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ فقرہ فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم آپ قیامت کے دن کہیں گے۔ اس آیت سے آپ کو اس وقت وفات یافتہ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

احمدی۔ اس آیت سے موجودہ حالت میں آپ کی وفات بالبداہت ثابت ہے۔ بایں وجہ کہ آپ قیامت کے دن اپنی وفات کا وقت عیسائیوں کے شرک اختیار کرنے سے پہلے بتاتے ہیں۔ پس جب عیسائی سلفاً خلفاً شرک میں ہیں تو لامحالہ ماننا پڑا کہ مسیح علیہ السلام فوت ہیں۔

اور اگر مذکورہ بالا مقولہ مسیح سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تو نبی کریمؐ کے مذکورہ بالا مقولہ سے بھی آپ کو زندہ سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ آپ بھی قیامت کے دن یہی کہینگے۔ جیسا کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری میں لکھا ہے۔

وَاِنَّهٗ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِيْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ

يَا رَبِّ اَصْحَابِيْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ عَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۂ مائدہ)

بس جس طرح اس حدیث میں توفیتنی کے معنی اَمَتَّنِيْ لیتے ہیں۔ اسی طرح مسیح کے لیئے بھی لینے پڑینگے۔

غیر احمدی - فاقول قال وجہ شبہ کوئی بھی نہیں ہے۔ پھر یہ کہنا۔ کہ اس کے بھی معنے وہی لو۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے لیئے گئے ہیں۔ کیسی لغوبات ہے

احمدی - مولوی صاحب! آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بلاغت پر دھبہ لگایا ہے۔ کہ وجہ شبہ کوئی ہے نہیں اور کَمَا حرف تشبیہ یونہی داخل کر دیا۔ مولویصاحب! آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسے فصیح و بلیغ تھے۔ کہ کوئی بھی فصاحت و بلاغت میں آپ کا مقابلہ نہ کر سکا۔ لیکن آپ کہتے ہیں کہ وجہ شبہ کوئی نہیں۔ جناب وجہ شبہ ہے لیکن عدم علم عدم شئی کو تو مستلزم نہیں۔ وجہ شبہ یہ ہے کہ جس طرح مسیح اپنی قوم کا بگڑنا اپنی وفات کے بعد بتاتے ہیں اسی طرح حضور بہ جال من امتہ کے بگڑنے کا جب آپ کو علم ہوا۔ تو آپ بھی مسیح کی طرح فرمائینگے۔ میری زندگی میں تو یہ نہیں بگڑے۔ اگر بگڑے ہیں۔ تو میری وفات کے بعد۔

غیر احمدی - توفیتنی کے معنے رَفَعْتَنِيْ کے ہیں۔

احمدی - توفیتنی کے معنے رفعتنی کے لغت کی رو سے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ لغت میں سے آپ کوئی مثال بھی ایسی نہیں دکھا سکتے جیسے توفیتنی میں توفی کا لفظ ہے اور ت ضمیر خطاب (خدا تعالیٰ) فاعل ہے اور ضمیر منصوب ی (حضرت عیسیٰ) مفعول ہے۔ یعنی خدا تعالےٰ فاعل ہو۔ اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو اور توفی کا لفظ بولا گیا ہو۔ پھر اس کے معنے سوائے قبض روح اور موت کے کیئے گئے ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس پر ایک ہزار (۱۰۰۰) روپیہ انعام مقرر کیا۔ کوئی ایک مثال پیش کرو۔ لیکن آج تک کوئی پیش نہ کر سکا۔ نہ کوئی کر سکتا ہے۔ نہ کر سکیگا۔

غیر احمدی - توفی کا مادہ وفا ہے اور اس کے معنی اخذ الشئی وافیا ہے اور

توفیتنی کے معنے ہوئے اَخَذْتَنِيْ وَافِيًا ہے اسکی اور مثالیں یہ ہیں۔
(۱) اَوْفُوْا بِعَهْدِيْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (الم ع) اسکے معنے ہیں تم میرا عہد پورا کرو۔ میں تمہارا عہد پورا کرونگا۔
(۲) یمر فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ (نسار ع پ)
(۳) اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (آل عمران رکوع پ)
(۴) ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (آل عمران ع پ)
(۵) اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ (تطفیف ع پ)
(۶) تَوَفَّيْتُ مِنْهُ دَرَاهِمِيْ۔
(۷) اِسْتَوْفَاهُ وَتَوَفَّاهُ - اِسْتَكْمَلَهٗ (اساس البلاغہ)
(۸) تَوَفَّيْتُ عَدَدَ الْقَوْمِ - اِذْ عَدَدْتُهُمْ كُلَّهُمْ (لسان العرب)
(۹) اَلْوَفَاءُ - ضِدُّ الْغَدْرِ۔
(۱۰) يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ (نسار ع پ)
(۱۱) وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى (نجم ع پ)
(۱۲) وَفَتْ - تَمَّتْ وَطَالَتْ۔
(۱۳) تَوَفَّاهُمْ قُرَيْشٌ فِي الْعَدَدِ (لسان العرب)
دیکھئے اسب حالجات میں پورا لینے یا پورا دینے کے معنے آئے ہیں۔ آپ کس قرینہ سے توفیتنی میں توفی کے معنے مرنے کے لیتے ہیں۔
احمدی۔ توفی کا مادہ وفی ہونے سے میں نے کب انکار کیا۔ آپ کو معلوم نہیں کہ توفی کا ماخذ اور مشتق منہ وفات ہے۔ جیسا حدیث اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ سے ظاہر ہے۔
اور توفیتنی کے معنے قبض روح اور موت لینے میں ہمارے پاس قرینہ قرآن مجید وحدیث ولغات عرب ہیں۔ کیونکہ جہاں کہیں بھی ایسا جملہ (کہ اس میں خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول ذی روح اور توفی فعل واقع ہوا ہے) آیا ہے۔ اس میں سوائے قبض روح کے اور کوئی معنے نہیں لیے گئے؛

ملہ یہ حوالجات ہم نے خود لکھ دیئے ہیں۔

حدیث سے تو میں پہلے متنازعہ فیہا آیت ہی آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔ جس میں آپ کے نزدیک بھی توفیتنی کے معنے اَمَتَّنِیْ اور قبضت روحی کے ہیں اب میں قرآن مجید سے اور لغات سے چند اشارہ بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش کرتا ہوں۔

(۱) رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (اعراف ع ۱۵ پ ۹)

(۲) رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (سورہ آل عمران ع ۲۰ پ ۴)

(۳) وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ (انعام ع ۷ پ ۷)

(۴) وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا (سورہ بقر ع ۳۰ پ ۲)

(۵) تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (یوسف ع ۱۱ پ ۱۳)

ان سب آیات میں توفی کا لفظ قبض روح اور موت کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔

(۱) تَوَفَّاهُ اللّٰهُ اى قبض روحه (منتہی الارب جلد ۴ ص ۳۳۵)

(۲) تُوُفِّيَ فُلَانٌ وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ اَدْرَكَتْهُ الْوَفَاةُ (اساس البلاغہ جلد ۲ ص ۳۳۱)

(۳) تَوَفَّى اللّٰهُ فُلَانًا. قَبَضَ رُوْحَهٗ وَتُوُفِّيَ فُلَان مَجْهُوْلًا اَىْ قُبِضَ رُوْحُهٗ وَمَاتَ فَاللّٰهُ الْمُتَوَفِّيْ وَالْعَبْدُ الْمُتَوَفّٰى (اقرب الموارد)

(۴) تَوَفَّاهُ اللّٰهُ قَبَضَ رُوْحَهٗ (قاموس جلد ۴ ص ۳۱)

(۵) تُوُفِّيَ فُلَانٌ اَىْ مَاتَ (تاج العروس جلد ۱۰ ص ۳۹۴)

(۶) تُوُفِّيَ فُلَانٌ وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ اِذَا قَبَضَ نَفْسَهٗ (لسان العرب جلد ۲۰ ص ۲۸۱)

(۷) تَوَفَّاهُ اللّٰهُ اَىْ قَبَضَ رُوْحَهٗ (صحاح جوہری جلد ۲ ص ۵۲۳)

پس مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہے کہ جس جملہ میں خدا تعالےٰ فاعل اور مفعول ذی روح چیز اور توفی فعل ہے۔ اس کے معنے سوائے قبض روح اور موت کے نہیں ہوتے۔

اور جو مثالیں آپ نے پیش کی ہیں۔ ان میں یہ قاعدہ نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ بعض مثالوں میں تو توفی کا لفظ نہیں ہے اور بعض میں جہاں توفی کا لفظ ہے۔ خدا فاعل نہیں ہے۔

غیر احمدی۔ اگر توفی کے معنی قبض روح اور موت کے ہیں۔ تو اَللّٰهُ يَتَوَفَّى

الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا (زمر ع پ)
میں انفس کیوں لایا گیا- اور نیز هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰكُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا
جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ کے لحاظ سے کیا لوگ رات کو مر جایا کرتے ہیں- اور حَتّٰى
یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ میں موت کو کیوں لایا گیا- اور کیا مفہوم توفی کلی ہے یا جزئی
جبکہ اسکے معنے قبض روح اور موت کے مجازی ہیں تو آپ حقیقی معنوں کو کیوں
چھوڑتے ہیں-

احمدی- آیت میں انفس کو یتوفی کا مفعول بنایا گیا ہے نائم کا بھی قبض روح
ہوتا ہے- اس آیت میں قبض روح کی دو صورتیں بتائی ہیں- ایک کامل ایک ناقص
کامل قبض تو موت کے وقت ہوتی ہے[1]۔

اور ناقص نیند کے وقت اور نائم بھی مردہ کے حکم میں ہوتا ہے جیسا کہ ترجمان القرآن
جلد ۱۲ صفحہ ۵ میں لکھا ہے۔

"حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اللہ اپنی ذات پاک کی خبر دیتا ہے کہ وہ متصرف
ہے وجود میں ساتھ اس شے کے جو چاہتا ہے- اور وہی جانوں کو بڑی وفات
دیتا ہے- ان نگہبان فرشتوں کے واسطے سے جن کو بھیجتا ہے وہ ان کو بدنوں
سے قبض کر لیتے ہیں اور وفات صغریٰ وقت سونے کے ہے- جیسا کہ اللہ

[1] تفصیل یہ ہے- پہلی مثال میں اَوْفُوْا وَاُوْفِ باب افعال سے ہے- دوسری میں یُوَفِّیْهِمْ
اور تیسری مثال میں تُوَفَّوْنَ اور چوتھی مثال میں تَوَفّٰی باب تفعیل سے ہے پانچویں مثال میں یَسْتَوْفُوْنَ
باب استفعال سے ہے چھٹی مثال میں نہ خدا تعالیٰ فاعل ہے- جو متکلم کی ضمیر ہے- نہ مفعول ذی روح چیز
جو دراہم ہے- ساتویں مثال میں استوفاہ باب استفعال سے ہے آٹھویں میں خدا تعالےٰ فاعل نہیں
ہے- نویں مثال میں توفّی کا لفظ نہیں- بلکہ وفا مصدر ثلاثی ہے- دسویں مثال میں موت فاعل ہے-
خدا تعالیٰ فاعل نہیں ہے- گیارھویں میں وفّی باب تفعیل سے ہے- بارھویں میں دَفْتُ
ثلاثی مجرد سے ہے- تیرھویں مثال میں فاعل خدا تعالےٰ نہیں- بلکہ قریش ہیں-
پس توفیتنی کے معنے پورا کرنے کے لئے چاہئے تھا- کہ کوئی ایسی مثال پیش کی جاتی-
جس میں خدا تعالیٰ فاعل ہو- مفعول کوئی ذی روح چیز ہو- اور توفی باب تفعل سے کوئی فعل ہو- پھر اس
کے معنی آسمان میں اٹھا لینے کے ہوتے- تب ہمارا استدلال ٹوٹ سکتا تھا (منہ)

تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ الخ
اللہ پاک نے اس آیت میں دونوں وفات کا ذکر فرمایا۔ صغریٰ کا پھر کبریٰ کا اور یہاں کی آیت میں کبریٰ کا ذکر ہے۔ پھر صغریٰ کا اور اسی لیئے یوں فرمایا ہے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ۔

پس توفی کا لفظ کلی ہو یا جزئی۔ اور اس کے معنے بقول خازن المراد بالتوفی حقیقۃ الموت۔ موت حقیقی معنی ہوں یا مجازی۔ جب خدا تعالیٰ فاعل ہو مفعول ذی رُوح۔ تو پھر اس کے معنے سوائے قبض روح اور موت کے کچھ نہیں ہونگے۔ اور چونکہ نائم بھی مُردہ ہوتا ہے۔ اس لیئے اس کے لیئے بھی توفی کا لفظ قبض رُوح کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور حتی یتوفھن الموت میں موت فاعل ہے خدا تعالےٰ فاعل نہیں۔

غیر احمدی۔ نیند موت نہیں ہے۔ اور سویا ہوا مُردہ نہیں ہوتا۔ وھو الذی یتوفاکم باللیل کے معنے یہ ہیں۔ کہ وہ تم کو رات کے وقت پُورا پُورا لے لیتا ہے۔

احمدی۔ سویا ہوا مُردہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے نبی کریم فرماتے ہیں۔ کہ جب انسان سو کر اُٹھے۔ تو یہ دُعا پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا۔ معنے۔ تمام تعریف اس خدائے عزوجل کے لیئے ہے۔ جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا۔ اور رات کے وقت پُورا پُورا لے لینے کیا یہ مراد ہے۔ کہ جو سو جاتے ہیں۔ وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر اُٹھائے جاتے ہیں۔ اس کا غلط ہونا تو بدیہی ہے۔ مولوی صاحب نے اور کوئی پُورا پُورا لینے کا مطلب ظاہر نہیں کیا۔

غیر احمدی۔ آپ کسی تفسیر سے توفیتنی کے معنے اَمَتَّنِيْ کے بتائیں کیا اچھا ہوتا کہ موت کا لفظ قرآن مجید میں آجاتا۔

احمدی۔ جبائی نے کہا ہے۔ توفیتنی۔ اَمَتَّنِيْ (روح المعانی) توفی کے معنی تو آپ تین چار کرتے ہیں۔ اور ہم آپ کو قرینہ صارفہ بتاتے ہیں۔ کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح مر گئے ہیں۔ اگر توفی کی بجائے موت کا لفظ ہوتا۔ تو تم اور بھی اعتراض کرتے کیونکہ موت کے معنی توفی سے بھی زیادہ لغت والوں نے لکھے ہیں موت کے معنے مرجانیکے

بیہوشی غشی اور روحانی مُردے کے بھی ہیں۔ جیسا کہ آیت اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وجعلنا لہ نورًا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمٰت سے ظاہر ہے۔

غیراحمدی۔ جبائی تو معتزلی ہے۔

احمدی۔ اس طرح مصنف کشاف بھی معتزلی ہے۔ حالانکہ اکثر مفسرین اسی کی تفسیر سے سند پکڑتے ہیں۔ آپ بتائیں۔ کس قرینہ سے توفیتنی کے معنے آپ رفعتنی کے لیتے ہیں۔

غیراحمدی۔ ہم توفیتنی کے معنے رفعتنی کے اس لیئے لیتے ہیں۔ کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ آپ کوئی ایسی مثال پیش کریں۔ کہ کوئی شخص آسمان پر اُٹھایا گیا ہو۔ پھر اسکے لیئے توفی کا لفظ آیا ہو۔ اور اسکے معنے مرنے کے لیئے گئے ہوں۔

احمدی۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کوئی ایسا شخص بتاؤ کہ جو آسمان پر گیا ہو۔ اور اس کے لیئے توفی کا لفظ موت کے معنوں میں مستعمل ہؤا ہو۔ ہم کیوں پیش کریں۔ ہم تو مسیح کے بھی آسمان پر جانے کے انکاری ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آسمان پر کوئی گیا نہیں۔ یہ تو آپ پر لازم ہے کہ اپنے مدعا کے اثبات کے لیئے کوئی ایسی مثال پیش کریں۔ کہ کوئی آسمان پر گیا ہو۔ اور توفی کا لفظ اسکے لیئے قبض روح اور موت کے معنوں میں استعمال نہ ہؤا ہو۔

اور توفیتنی کے معنے رفعتنی کے معنوں میں مسیح کے آسمان پر جانے کی دلیل پیش کرنا تو مصادرہ علی المطلوب ہے :۔

غیراحمدی۔ حضرت مسیح کا آسمان پر جانا اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ سے ظاہر ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ یہاں تقدیم و تاخیر ہے۔ اور متوفیک کے معنی یہ ہیں کہ میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں۔

احمدی۔ قرآن مجید میں تقدیم و تاخیر کا ماننا حدیث ابدؤا بما بدأ اللّٰہ بہ کے خلاف ہے اور مُتَوَفِّیْکَ کے معنے مذکورہ بالا قاعدہ کی رو سے یہی ہیں کہ میں تیری روح کو قبض کرنے والا ہوں۔ اور تجھے طبعی موت دینے والا ہوں اور مندرجہ ذیل مفسرین نے بھی اسکے یہ معنی کئے ہیں :۔

(۱) مُتَوَفِّيْكَ - مميتك حتف انفك لا قتلا بايدیہم (کشاف جلد اول مطبوعہ کلکتہ)

(۲) قَابِضُكَ لِرُوْحِكَ (حاشیہ شیخ احمد صاوی المالکی علی جلالین)

(۳) المراد بالتَّوَفِّيْ حَقِيْقَةُ الْمَوْتُ (خازن)

(۴) تَوَفَّى اللّٰهُ عِيْسَى ابْنَ ثَلٰثَ سَاعَاتٍ مِّنَ النَّهَارِ (تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد ا صـ۳۶ قول وہب)

(۵) اِنَّ اللّٰهَ تَوَفّٰى عِيْسٰى سَبْعَ سَاعَاتٍ ثُمَّ اَحْيَاهُ (درمنثور)

(۶) مُمِيْتُكَ حَتْفَ اَنْفِكَ لَا قَتْلًا بِاَيْدِيْهِمْ (روح البیان جلد)

(۷) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُتَوَفِّيْكَ مُمِيْتُكَ (بخاری کتاب التفسیر)

اور تقدیم و تاخیر ماننے سے یہ نقص لازم آئیگا۔ کہ معنے نہیں بن سکینگے۔ مثلاً متوفیك کو رَافِعُكَ کے بعد لائیں۔ تو پھر دو وعدے باقی رہجاتے ہیں۔ پھر ان کا بھی عدم ایفاء لازم آتا ہے۔ حالانکہ وہ دونوں پورے ہوچکے ہیں۔ اور اگر چوتھے وعدہ وقال الذین اتبعوك کے بعد رکھیں۔ تو وہ اسکے متعلق کے بعد رکھہ سکتے ہیں۔ جو اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ہے کہ میں تیرے تابعین کو تیرے منکرین پر قیامت تک غلبہ دونگا۔ پھر تجھے وفات دونگا۔ پس جب قیامت آگئی۔ تو مسیح کیسے زندہ ہے کہ ان کو وفات قیامت کے بعد مل رہی ہے۔

غیر احمدی۔ تقدیم و تاخیر قرآن مجید میں پائی جاتی ہے جیسا کہ مندرجہ آیات سے ظاہر ہے۔

(۱) يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (آل عمران ع ۵) اس سے ظاہر ہے۔ کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ کیونکہ سجدہ رکوع کے بعد آتا ہے۔

(۲) وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ یہ حقیقتہً پہلے ہے۔ اور اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً میں جو ذبح بقر کا واقعہ درج ہے۔ اس سے بعد ہے لیکن مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا گیا ہے (۳) اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ

اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (سورۂ نساء ع ۲۳ پ ۶) یہاں بھی ترتیب نہیں ہے۔

(۴) وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ (البقرع ۶ پ ۱)

اس میں بھی تقدیم و تاخیر ہے کہ ادخال قریۃ پہلے کہا اور ادخال باب بعد میں۔ حالانکہ ادخال باب پہلے ہوتا ہے۔ اور ابن عباس نے بھی تقدیم و تاخیر کو مانا ہے۔ اور اسی طرح اس نے آسمان پر اُٹھانے کے معنے کئے ہیں۔

احمدی - ابن عباس کی طرف نسبت کر کے بہت سی غلط روایات منقول ہیں۔ جیسا کہ تفسیر فتح البیان کے مقدمہ میں ہی لکھا ہے۔

وَ اَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ فِي التَّفْسِيْرِ مَا لَا يُحْصٰى كَثْرَةً لٰكِنْ اَحْسَنَ الطُّرُقِ عَنْهُ طَرِيْقَةُ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ الْهَاشِمِيِّ الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ثَلَاثٍ وَ اَرْبَعِيْنَ وَمِائَةٍ وَاعْتَمَدَ عَلٰى هٰذِهِ الْبُخَارِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ وَاَوْهَى الطُّرُقِ عَنْهُ طَرِيْقُ الْكَلْبِيِّ اَبِي النَّضْرِ مُحَمَّدِ ابْنِ السَّائِبِ فَاِنِ انْضَمَّ اِلَيْهِ مُحَمَّدُ ابْنُ مَرْوَانَ السُّدِّيُّ الصَّغِيْرُ سِلْسِلَةُ الْكِذْبِ وَكَذٰلِكَ طَرِيْقُ مُقَاتِلِ ابْنِ سُلَيْمَانَ الْاَزْدِيِّ وَطَرِيْقُ الضَّحَّاكِ عَنْهُ مُنْقَطِعَةٌ فَاِنَّهٗ لَمْ يَلْقَهٗ۔

ترجمہ۔ کہ ابن عباس سے تفسیر میں بے انتہا روایات بیان ہوئی ہے۔ لیکن سب سے معتبر روایت اس طریقے کی ہے۔ جس کو امام بخاری نے اپنی کتاب بخاری میں اختیار کیا ہے۔ اور وہ طریقہ علی ابن ابی طلحہ کا ہے اور سب سے کمزور طریقہ ہے جو روایت ابن عباس سے کیگئی ہے۔ وہ طریقہ کلبی ابن سائب ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان سدی صغیر ملجائے۔ تو وہ سلسلہ کذب ہے اور اسی طرح طریق مقاتل بن سلیمان الازدی کا ہے۔ اور طریق ضحاک کا منقطع ہے۔ کیونکہ ضحاک ابن عباس کو نہیں ملا۔

پس متوفیک کے معنے وہی صحیح ہیں۔ جو امام بخاریؒ نے ابن عباس سے بیان کئے ہیں۔ پہلی آیت میں تقدیم و تاخیر نہیں ہے کیونکہ جیسے وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ

اور وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ کے معنے ہیں کہ تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھ - اور تم جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔ اسی طرح وَاسْجُدِیْ کے معنے ہیں کہ تو اکیلی نماز پڑھ۔ کیونکہ سجدہ بمعنی رکعت بخاری اور دوسری احادیث کی کتب میں وارد ہوا ہے۔ یعنی حضرت مریم کو علیحدہ نماز کے لیئے بھی حکم ہے۔ اور جماعت کے ساتھ بھی پڑھنے کا۔ ورنہ اسکے مقدم لانے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور لغت میں سجدہ کو نماز سے تعبیر کیا گیا ہے اور تفسیر کشاف میں علامہ زمخشری نے آیت وارکعوا مع الراکعین کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ فَيُرَادُ بِالرُّكُوْعِ الصَّلٰوةُ كَمَا يُعَبَّرُ عَنْهَا بِالسُّجُوْدِ کہ کبھی رکوع سے مراد نماز ہوتی ہے۔ جیسے کبھی نماز کو سجود کے لفظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

دوسری آیت میں بھی تقدیم و تاخیر نہیں۔ کیونکہ قتل نفس کا واقعہ اور ہے اور ذبح بقر کا واقعہ پہلے ہی ہے اس کا اذ قتلتم سے کوئی تعلق نہیں۔

تیسری آیت میں اگرچہ بعض انبیاء مؤخرین کو مقدم کر دیا۔ ان میں بھی کوئی حکمت ضرور ہے۔ ہمیں اِبْدَؤُا بِمَا بَدَءَ اللّٰهُ کے ماتحت اسی طرح معنے کرنے پڑینگے۔ بھر دلالۃ النص کی رو سے مطلب میں کوئی فساد نہیں آتا۔ لیکن متوفیک و رافعک میں اگر تقدیم و تاخیر کی جائے۔ تو معنی ہی ٹھیک نہیں بن سکتے۔

چوتھی آیت میں بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہے ہمیشہ یہی طریق چلا آتا ہے کہ اگر کسی آدمی کو کسی جگہ بھیجا ہو۔ تو اسکے لیئے ایسا ہی کہا جاتا ہے۔ کہ جب تم اس شہر میں پہنچ جاؤ۔ تو فلاں دروازہ سے داخل ہونا۔ کیونکہ شہر یا قریہ اس کی باہر حدود پر بھی بولا جاتا ہے۔

غیر احمدی۔ مُتَوَفِّيْكَ کے معنے اگر موت کے لے لیں تو یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ کہ میں تجھے موت دینے والا ہوں۔ اس سے یہ تو لازم نہیں آتا۔ کہ وہ مر بھی گئے ہیں۔

احمدی۔ اس طرح رَافِعُكَ اور مُطَهِّرُكَ اور جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ الخ

له اور یہ روایت کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ یہ منقول ہے ابن عباس سے مروی ہے۔ جو قابل اعتبار نہیں جیسا کہ درمنثور جلد ۲ صفحہ ۳۶ میں یہ روایت موجود ہے واخرج اسحاق بن بشر وابن عساکر من طریق جوہر عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ انی متوفیک ورافعک الی یعنی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان ۱۲ منہ

بھی تو اسم فاعل کے صیغے ہیں۔ان سے کس طرح ثابت ہوتا ہے۔کہ حضرت مسیح کا رفع اور تطہیر اور اسکے متبعین کو غلبہ مل گیا۔اگر مسیح کی تطہیر ہوگئی۔ تو توفی بھی ہوگئی۔ پھر توفی پہلے ہے اور تطہیر وغلبہ بعد۔

غیر احمدی۔ قرآن مجید میں ان کے لیے صاف وارد ہے۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور (افعلت) کہ نہ یہود نے اسے قتل کیا۔ اور نہ سولی دیا۔بلکہ اس کو خدا نے اپنی طرف آسمان پر اٹھا لیا۔اور میں تجھے اٹھانیوالا ہوں۔

احمدی۔ اول تو مرنے کے طریق قتل اور صلیب ہی نہیں۔بلکہ مختلف ہیں۔ دوسرے آیت میں آسمان کا لفظ نہیں ہے اللہ کا لفظ ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ہر جگہ ہے۔ جیسے خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ (زخرف ع پ۲۵) اور اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (بقرع پ۱) اور نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ق ع پ۲۶)

پس یہ کہنا کہ آسمان پر اٹھا لیا۔تخصیص بلا مخصص کے ہے۔

تیسرے رفع کے معنے آسمان پرلے جانے کے نہیں ہیں۔ جیسے ان آیات سے ظاہر ہے (۱) فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ (نور ع پ۱۸) کیا وہ بیوت آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ نہیں بلکہ درجات کی بلندی مراد ہے۔بلعم باعور کے لیے خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ اس آیت میں تو ارض کا لفظ بھی تھا۔جو سما کے مقابل میں ہے لیکن اس میں رَفَعْ کے معنے آسمان پر جانے کے نہیں کئے جاتے پھر اس میں خلود الی الارض کے معنے خدا تعالےٰ نے اتباع خواہشات نفسانی بتائے ہیں۔ اسکے مقابل میں جو رفع ہے اسکے معنے یہ ہوئے۔کہ جو تارک نفسانی خواہشات ہوتا ہے۔ اس کا درجہ بلند ہوتا اور وہ مقرب الی اللہ ہوتا ہے۔ پھر اسی طرح حضرت ادریسؑ کے لیے خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم ع پ) کیا حضرت ادریسؑ بھی آسمان پر چلے گئے تھے۔اور پھر آئینگے؟ پھر کنز العمال میں آیا ہے۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ۔

لیکن پھر بھی آسمان پر اٹھا لینے کے معنے نہیں لیے جاتے پس بل رفعہ اللہ

اور رافعک سے مراد روحانی رفع ہے اور تقرب الی اللہ مراد ہے نہ یہ کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔

غیر احمدی - یہاں پر روحانی رفع کیسے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ رافعک میں خطاب روح و جسم دونوں کو ہے۔ اسی طرح یہود قتل اور صلیب روح و جسم کو دینا چاہتے تھے یا رُوح کو۔

احمدی - جب کسی کے متعلق کسی واقعہ کا اظہار کیا جاتا ہے تو اس کے لیے ضمیر یا نام وہی لائی جاتی ہے۔ اگرچہ وہ بات اس کی ایک چیز سے تعلق رکھتی ہو دوسرے یہ کہ یہود صلیب پر مارنے سے آپ کو ملعون بنانا تھا۔ اور ملعون کہتے ہیں۔ جو خدا سے دُور رہو۔ تو وہ ملعون روح کو قرار دیتے تھے۔ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ مسیح ملعون یعنی مجھ سے دُور نہیں ہیں۔ بلکہ وہ میرے مقرب ہیں۔ اور میں نے آپ کے درجات[1] کو بلند کیا ہے۔ پھر قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (بقرع ۱۹ پ ۲) اور اسی طرح آیت عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (آل عمران ع ۱۷ پ ۴)

---

[1] اخرج البزار وابو يعلى وابن جرير ومحمد ابن نصر المروزى فى كتاب الصلاة وابن ابى حاتم وابن عدى وابن مردويه والبيهقى فى الدلائل عن ابى هريرة ثم لقى ارواح الانبياء عليهم السلام فاثنوا على ربهم فقال ابراهيم الحمد لله الذى اتخذنى خليلا..... ثم ان موسى عليه السلام اثنى على ربه عزوجل..... ثم ان عيسى عليه السلام اثنى على ربه فقال الحمد لله الذى جعلنى كلمته وجعل مثلى مثل آدم...... ورفعنى وطهرنى واعاذنى وامى من الشيطن الرجيم فلم يكن للشيطن علينا سبيل (درمنثور جلد ۴ ص ۱۴۵)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ نبی کریم نے معراج کی رات انبیاء کے ارواح سے ملاقات کی ہے اور پھر ان ارواح نے خدا تعالیٰ کی ثناء کی ہے۔ جس میں حضرت عیسیٰؑ کی روح نے یہ ثناء کی۔ کہ تمام حمد خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔ جس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا۔ اور میری مثل آدمؑ کی مثل بنائی۔ اور میرا رفع کیا۔ اور مجھے پاک کیا۔ اور مجھے اور میری والدہ کو شیطان سے پناہ دی۔ پس ظاہر ہے کہ رفع روحانی ہوا ہے (جیسا کہ ان کی روح نے بیان کیا) نہ جسمانی۔ منہ

بتاؤ مَنْ يُقْتَلُ میں روح وجسم مراد ہیں یا نہیں اور بَلْ اَحْيَاءٌ میں صرف ارواح مراد ہیں۔ اور وہی مرزوق ہیں۔ کیونکہ مرنے کے بعد رُوح زندہ رہتی ہے۔ پھر حدیث میں دعا بین السجدتین اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْفَعْنِيْ میں ارفعنی سے مراد رُوح وجسم کا رفع ہوا کرتا ہے۔ اور یہ غرض ہوتی ہے۔ کہ مجھے آسمان پر اُٹھالے؟ یا مجھے اپنا مقرب بنا۔ اور میرا روحانی رفع کر۔

غیر احمدی۔ ارفعنی امر کا صیغہ ہے۔ اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ رفع ہو بھی جائے اور رفع کے معنے اُٹھانے کے ہوتے ہیں۔ جیسے وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ (یوسف ع پ۱۳)

احمدی۔ معلوم ہوا کہ اگر اس سے آسمانی رفع ہی مراد ہے۔ تو یہ دُعا کسی کی قبول نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہ دعا فرماتے فوت ہو گئے۔ پھر اس دُعا کا کیا فائدہ؟

ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ رفع کے معنے اٹھانے کے نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں۔ کہ آسمان پر اُٹھانے کے نہیں ہوتے۔ پس آیت میں تو صاف عرش کا قرینہ موجود ہے لیکن آپ بھی تو سماء کا لفظ آیت میں دکھائیں۔

غیر احمدی۔ تفسیر دُرمنثور میں لکھا ہے۔ لما اراد الله ان يرفع عيسٰى الى السماء خرج الى اصحابه وفى البيت اثنا عشر رجلا من الحواريين فخرج عليهم من عين البيت وراسه يقطر ماء فقال ان منكم من يكفر بى اثنا عشر بعد ان آمن بى۔

اس حدیث سے ظاہر ہے۔ کہ ایک ایسی بھی جماعت ہوگی۔ جو مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کا انکار کرے گی۔ اور وہ لوگ یہی ہیں۔

احمدی۔ آپ ذرا الفاظ غور سے پڑھیں وہاں تو مسیح اپنے حواریوں کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ تم میں سے ایک میرا بارہ دفعہ انکار کریگا۔

غیر احمدی۔ مسیح کا شبیہ صلیب دیا گیا تھا۔ نہ مسیح خود۔ بلکہ وہ تو زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔

احمدی۔ جس کو آپ شبیہ قرار دیتے ہیں۔ اسکی شخصیت کے متعلق مختلف روایتیں

ہیں۔ کہ وہ کون تھا۔ جن کو دیکھ کر ایک عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ یہ بات ہی بالکل غلط ہے۔ چنانچہ قَالَ اَبُوْحَیَّانَ لَمْ نَعْلَمْ کَیْفِیَّۃِ الْقَتْلِ وَلَا مَنْ اُلْقِیَ عَلَیْہِ شُبْھِہٖ (فتح البیان) ابوحیان نے کہا ہے۔ کہ نہ ہم کیفیت قتل کی جانتے ہیں۔ اور نہ وہ شخص جس پر القاء شبہ ہوئی ہے۔

دوسرے اگر یہ تسلیم کیا جائے۔ کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا۔ تو اس سے خدا تعالیٰ کی ذات میں ہی عجز کا نقص لازم آئیگا۔ کیونکہ مقابلہ کے وقت ہمیشہ وہی اپنی چیز کو چھپایا کرتا ہے۔ جو کمزور اور ضعیف ہو۔ پس خدا تعالیٰ کا عزیز و حکیم اور قادر ہونا اسی بات کا مقتضی ہے۔ کہ مسیح کو دنیا میں بچایا جاتا۔ جیسا کہ اور انبیاء کو بچاتا رہا۔ ورنہ یہود اپنے مقصد میں کامیاب ماننے پڑینگے۔

نیز آیت وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا سے ثابت ہے۔ کہ رفع الی السماء کا واقعہ نہیں ہوا۔ کیونکہ اس کا ذکر نہیں۔

غیر احمدی۔ خَلَتْ کے معنی مرنے کے نہیں ہوتے۔ جیسے وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِھِمْ میں بھی خلا کے معنی مرنے کے نہیں ہیں۔

احمدی۔ اگر خَلَتْ کے معنے آیت متنازعہ فیہا میں مرنے کے نہیں ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوگا۔ کہ آپؐ سے پہلے کوئی بھی رسول نہیں مرا۔ اور جو آپ نے آیت پیش کی ہے۔ اس میں تو صریح قرینہ موجود ہے۔ کہ موت کے معنے نہ لیے جائیں اسکے علاوہ قرآن مجید میں بہت جگہ خلا کا لفظ بمعنی موت وارد ہوا ہے جیسے :-

(۱) تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ لَھَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (بقر ع پ) (۲) وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ (فاطر ع پ) (۳) قَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنِ۔

وغیرہ آیات میں خلت اور خلا کا لفظ موت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ پھر مولویصاحب مولوی فاضل ہیں۔ دیوان حماسہ کا امتحان دیا ہوا ہے۔ آپ کو خوب یاد ہوگا۔ کہ اس میں سموئل ابن عادیہ کا شعر لکھا ہے ؎

اِذَا سَیِّدٌ مِّنَّا خَلَا قَامَ سَیِّدٌ
قَؤُوْلٌ بِمَا قَالَ الْکِرَامُ فَعُوْلٌ

اور اس کے شارح ذو الفقار علی صاحب دیوبندی نے جو معنے لکھے ہیں وہ بھی خوب یاد ہونگے۔ انہوں نے لکھا ہے۔ خَلَا بمعنی مَاتَ۔ یعنی جب ہم سے کوئی مر جاتا ہے۔ اگر آیت میں خَلَتْ کے معنے مرنے کے نہیں۔ تو آپ اس آیت کے معنے کر دیں۔ کہ کیا ہیں؟

غیر احمدی۔ میں نے بھی توفّی کے متعلق لسان العرب سے ایک شعر پیش کیا ہے۔ کہ تَوَفَّاهُمْ قُرَيْشٌ فِي الْعَدَدْ۔

احمدی (پہلے جواب دیا جا چکا ہے) بہت اچھا! آپ نے خلا کے معنے تو مرنے کے تسلیم کر لیئے ہیں۔ نبی کریم کی وفات پر اسی آیت کے ساتھ تمام رسولوں کی موت پر اجماع ہوا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ زندہ ہوتے تو ضرور یہ سوال اُٹھتا۔ کیا وجہ۔ کہ آنحضرت تو فوت ہو جائیں۔ اور حضرت عیسیٰ زندہ رہیں۔ لیکن سب کا خاموش رہنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ کسی رسول کو زندہ نہیں جانتے تھے۔ ان کی محبتؐ گوارا نہیں کر سکتی تھی۔ کہ آپ تو فوت ہو جائیں اور حضرت عیسیٰ زندہ رہیں۔ حسان بن

سلہ (۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خنساء کو کہنا اِنَّهٗ لَوْ خَلَّدَ اَحَدٌ لَخُلِّدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (دیوان خنساء مطبوعہ مصر صفحہ) کہ اگر کوئی ہمیشہ رہ سکتا۔ تو رسول اللہ رہتے۔ پھر تو کیوں اپنے بھائی کے مرنے پر آنسا روتی ہے (۲) ایک صحابی یہ ایمان رکھتا تھا۔ کہ نبی کریم فوت نہیں ہونگے (ملاحظہ ہو طبقات کبیر جلد ۲ قسم ثانی لمحمد بن سعد صفحہ) قَالَ الْحَارِثُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْجُهَنِي بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَى الْيَمَنِ وَلَوْ اُوْمِنُ اَنَّهٗ يَمُوْتُ لَمْ اُفَارِقْهُ فَانْطَلَقْتُ فَاَتَانِي الْحِبْرُ فَقَالَ اَنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ فَقُلْتُ لَهٗ مَتٰى فَقَالَ الْيَوْمَ فَلَوْ اَنَّ عِنْدِيْ سِلَاحًا لَقَاتَلْتُهٗ فَلَمْ اَمْكُثْ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى اَتٰى كِتَابٌ مِّنْ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ وَبَايَعَ النَّاسُ لِيْ خَلِيْفَةً مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ ترجمہ۔ حارث بن عبد اللہ جہنی نے کہا کہ مجھے آنحضرتؐ نے یمن بھیجا۔ اگر مجھے آپ کی موت پر ایمان ہوتا۔ تو میں آپؐ سے جدا نہ ہوتا۔ میں وہاں گیا۔ تو ایک عالم نے مجھے کہا کہ محمد مر گئے ہیں۔ میں نے کہا۔ کب؟ اس نے کہا۔ آج اگر میرے پاس اس وقت ہتھیار ہوتا۔ تو میں اُس سے لڑتا تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابوبکرؓ کا خط پہنچا۔ کہ آنحضرتؐ فوت ہو گئے ہیں۔ اور لوگوں نے آپ کے بعد میری بیعت کی ہے۔ ایک دانشمند کے لیئے یہی حوالہ کافی ہے ؕ منہ

ثابت نے آپ کے مرثیہ میں لکھا ہے ؎

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِىَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

پس زیادہ شوق صحابہؓ کو آپ کے زندہ رہنے کا تھا نہ کسی اور کا سچ ہے ؎

غیرت کی جا ہے عیسےٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاں ہمارا

مسیح کو زندہ ماننے سے نبی کریمؐ کی ہتک ہوتی ہے۔

غیراحمدی - اس سے ہتک لازم نہیں آتی۔ کیونکہ جواہرات ہمیشہ سمندر کی تہ میں ہوتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک پادری کے اسی اعتراض کا جواب یوں دیا ہے۔ کہ ایک ترازو لو۔ اس کا ایک پاؤ کا بٹا ڈالو۔ دوسری طرف دو پاؤ۔ تو جسطرف دو پاؤ ہونگے۔ وہ نیچے جائیگا۔ اگر اوپر جانے میں عزت ہے۔ تو شیطان بھی آسمانوں میں ہے۔

احمدی - آپ نے جو مثال دی ہے۔ یہ دلیل نہیں ہو سکتی۔ میں اس کو دوسری مثال سے توڑ دیتا ہوں۔ بالائی دودھ کے اوپر ہوتی ہے۔ دودھ نیچے ہوتا ہے بتائیے بالائی قیمتی ہے یا دودھ؟

اور جو ترازو کی مثال ہے یہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے دی ہے شاہ ولی اللہ صاحب کی نہیں۔ یہ بھی اضعف من بیت العنکبوت ہے۔ ذرا غور کرنے سے اس کا سب تار و پود ٹوٹ جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر ایک طرف لعل یا ہیرا رکھدو۔ اور دوسری طرف لوہے کا بٹہ۔ کیا بٹہ نیچے چلے جانے کی وجہ سے زیادہ قیمتی ٹھیریگا۔ اور شیطان کو آسمان پر جانے سے فرشتے روکتے ہیں۔ حضرت عیسےٰ کی فضیلت آسمان پر اُٹھائے جانے سے اس طرح ثابت ہوتی ہے۔

(۱) ہمیشہ قاعدہ ہے۔ کہ جتنی کسی کو کوئی چیز محبوب ہوگی۔ اتنی اس کی حفاظت کریگا۔ اور اس کو تکلیفوں سے بچائیگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تو زمین پر ہی چھوڑا جاتا ہے۔ اور آپ طائف سے پتھر کھاتے ہیں۔ اور ایڑیوں سے خون بہتا ہے دوپہر کے وقت گرم بالوئیں ننگے پاؤں دوڑتے ہیں۔ اور اس سے پہلے سانپوں اور

بچھوؤں کی تاریک غار میں تین دن تک رہنا پڑتا ہے۔ مشقتوں پر مشقتیں اور مصائب پر مصائب اٹھانے پڑتے ہیں۔ لیکن پھر بھی آپ کو تو دشمنوں میں چھوڑا جاتا ہے اور حضرت عیسےٰ کو جب تکلیف کا موقعہ آتا ہے۔ آسمان پر اٹھا لیا جاتا ہے۔ بتاؤ ان دونوں میں سے خدا تعالےٰ کا زیادہ محبوب کون ہوا۔ وہ جسکی پرواہ نہ کی گئی۔ اور دشمنوں میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ یا جسے آسمان پر اٹھا کر دشمنوں سے محفوظ کیا گیا۔

(۲۴) دوسرے اس وجہ سے کہ دجال کے فتنہ کے فرو کرنے کے لیئے (جو سب فتنوں سے بڑا فتنہ ہے) حضرت عیسیٰ کو دوبارہ لانا مناسب سمجھا۔ بتاؤ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں زیادہ قدوسیت اور روحانیت تھی۔ تو کیوں ان کو دوبارہ لانا مناسب نہ سمجھا گیا۔ قاعدہ ہے۔ کہ ہمیشہ کسی سکول کا مینجر اسی ٹیچر کو دوبارہ لانے کی کوشش کیا کرتا ہے۔ جس کا کام اچھا رہا ہو۔ نہ اس کو جس کا کام خراب ہو۔ پس ماننا پڑیگا۔ کہ حضرت عیسےٰ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قدوسیت اور روحانیت تھی۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔

غیر احمدی - اگر حضرت عیسیٰ کے آسمان پر جانے سے ان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے تو پھر ان کی خرق عادت ولادت سے بھی ان کو آپ سے افضل ماننا پڑیگا۔

احمدی - ہم تو بغیر باپ پیدا ہونے کو فضیلت کا موجب نہیں سمجھتے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ برسات کے موسم میں ہزاروں جانور بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتے ہیں۔ نیز اس بناء پر تو حضرت آدم کو بھی جو بغیر والدین کے پیدا ہوئے ہُوئے ہیں۔ مسیح سے بھی افضل ماننا پڑیگا۔

غیر احمدی - قرآن مجید میں تو خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (آل عمران ع پ ۳) اس میں حضرت آدم کو مشبہ بہ ٹھہرا کر افضل ٹھہرایا ہے۔

احمدی - اگر واقعی آپ بغیر باپ کے پیدا ہونا فضیلت سمجھتے ہیں۔ تو پھر یہ آپ پر میری طرف سے دوسرا اعتراض ہے۔ کہ مسیح کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر آپکا کو فضیلت ہے۔

غیر احمدی۔ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ میں سب معبودان باطلہ شامل نہیں ورنہ شیطان کو بھی مُردہ ماننا پڑیگا۔ کیونکہ وہ بھی بفرمان الٰہی لا تعبد الشیطٰن معبود من دون اللّٰہِ ہے۔

احمدی۔ شیطان اموات میں اس لیئے داخل نہیں ہے کہ استثناء خود خدا تعالےٰ نے فرمادی ہے جیسے فرماتا ہے۔ قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ قَالَ اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ (اعراف ع پ) پس اس کو قیامت تک خدا تعالیٰ کی طرف سے مہلت ہے۔ اس لیئے وہ اموات میں شامل نہیں ہے۔

پھر چوتھی دلیل وفات مسیح پر یہ ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ (اعراف ع پ) کہ اسی زمین میں تم زندہ رہوگے اور اسی میں مروگے۔ اور اسی سے پھر نکالے جاؤگے۔

پھر فرماتا ہے۔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا ۙ اَحْیَآءً وَّ اَمْوَاتًا (مرسلات ع پ) کہ ہم نے زمین کو مُردوں اور زندوں کو سمیٹنے والی بنایا ہے اس لحاظ سے مسیح زندہ ہو یا مردہ اسی زمین میں رہنا چاہیئے وہ آسمان پر کسی صورت میں بھی نہیں جا سکتا۔

غیر احمدی۔ مسیح کے وجود کے دو لحاظ ہیں ایک لحاظ سے وہ ممکن بالذات ہے دوسرے لحاظ سے وہ واجب بالغیر ہے۔ چونکہ ان کی رُوح جبرئیل نے پھونکی تھی اس لیئے ان میں ملکیت کی صفت آگئی تھی۔ اس لحاظ سے وہ لمبی عمر بھی پا سکتے تھے اور آسمان پر بھی جا سکتے تھے۔ اور آسمان پر تو ان کی عارضی رہائش ہے۔ پھر زمین میں ہی مرینگے۔

احمدی۔ ؎ ہمہ خیاٰئیاں را از مقاسے خود عدد داوند

دلیسری ہا پدید آید پرستاران سیت را

اگر جبرائیل کے روح پھونکنے سے ان میں ملکیت کی صفات آگئی تھیں تو چاہیئے تھا کہ حضرت آدم[له]

له حضرت موسیٰ کے متعلق بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِکَلِمٰتِ رَبِّهَا وَکُتُبِهٖ وَکَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ (تحریم ع پ)
اس آیت سے ظاہر ہے کہ خود خدا تعالےٰ نے نفخ روح کیا تھا۔ اس لیئے آپ کو چاہیئے۔ کہ ان کو عیسائیوں کی طرح خدا تسلیم کرو۔ منہ

میں وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (سورہ حجر ع ۳ پ ۱۴) کہ خدا تعالےٰ نے خود ان میں نفخ روح کیا تھا۔ خدائی صفات آجائیں۔ اور حضرت آدم کو خدا مانا جاتا۔

جہاں پر ۱۹۰۰ سال قیام کیا۔ وہ تو عارضی رہائش اور جہاں پر کل ۴۰ سال اگلے پچھلے ملکر رہینگے۔ وہ مستقل رہایش۔ عارضی رہائش اور مستقل رہائش میں بھی فرق آپ سے ہی حاصل ہوا۔ واہ مولوی فاضل صاحب؟

غیر احمدی۔ حدیث میں آتا ہے۔ اِنَّ عِيْسٰى لَمْ يَمُتْ وَاِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَيْكُمْ دیکھو کیسی صاف صریح حدیث ہے۔ صاف لفظوں میں کہا گیا کہ عیسےٰ نہیں مرے اور وہی تمہاری طرف آئیں گے۔ آپ بھی کوئی ایسی حدیث بیان کریں۔ جس میں لکھا ہو کہ وہ مر گئے ہیں۔

احمدی۔ یہ حدیث نہیں ہے بلکہ حسن بصری کا قول ہے اس طرح ہم بھی بہت سے اقوال پیش کر سکتے ہیں۔ لیجئے۔

(۱) مجمع البحار جلد ا صفحہ ۲۸۶ مطبوعہ نول کشور۔

" وَالْاَكْثَرُ اَنَّ عِيْسٰى لَمْ يَمُتْ وَقَالَ مَالِكٌ مَاتَ " اکثر تو حضرت عیسیٰ کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ وہ نہیں مرے۔ لیکن امام مالکؒ نے کہا ہو کہ وہ مرگئے ہیں۔ اسی طرح سنوسی شرح مسلم جلد ا میں امام مالکؒ کا مذہب لکھا ہے۔

اَلْاَكْثَرُ اَنَّ عِيْسٰى لَمْ يَمُتْ بَلْ رُفِعَ وَفِي الْعُتْبِيَّةِ قَالَ مَالِكٌ مَاتَ

(۲) امام ابن حزم کے نزدیک مسیح مر گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو حاشیہ جلالین مع کمالین ص ۱۰۹ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

فَسَّرَ الْبَغْوِيْ بِالْقَبْضِ وَالْاَخْذِ مِنَ الْاَرْضِ كَمَا يُقَالُ تَوَفَّيْتُ الْمَالَ اِذَا قَبَضْتَهٗ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَتَمَسَّكَ اِبْنُ حَزْمٍ بِظَاهِرِ الْاٰيَةِ وَقَالَ مَوْتِهٖ یعنی ابن حزم نے بظاہر آیت سے تمسک کر کے مسیح کی موت کو تسلیم کیا ہے۔

(۳) ملاحظہ ہو کتاب زاد المعاد ص ۱۹ مصنفہ حافظ ابن قیم رئیس المحدثین۔

وَمَا يُذْكَرُ اِنَّ عِيْسٰى رُفِعَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّثَلٰثِيْنَ سَنَةً لَا يُعْرَفُ بِهٖ اَثَرٌ مُتَّصِلٌ يَجِبُ الْمَصِيْرُ اِلَيْهِ قَالَ الشَّامِيْ وَهُوَ كَمَا

قَالَ فَاِنَّ ذٰلِکَ اِنَّمَا یُرْوٰی عَنِ النَّصَارٰی ط اور یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ تو اسکے لیے کوئی اثر متصل نہیں پایا جاتا۔ کہ جو اس کے رفع الی السماء کے اختیار کرنے کو واجب کرے اور شامی نے بھی اسی بات کی تائید کی ہے۔

(۴) پھر تاریخ طبری میں مسیح ابن مریم کی قبر کا ایک کتبہ نقل کیا گیا ہے۔ ھٰذَا قَبْرُ رَسُوْلَ اللّٰہِ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامِ اِلٰی اَھْلِ ھٰذِہِ الْبِلَادِ فَاِذَاھُمْ کَانُوْا اَھْلَھَا فِیْ ذٰلِکَ الزَّمَانِ مَاتَ عِنْدَھُمْ فَدَفَنُوْہُ عَلٰی رَاسِ الْجَبَلِ یعنی یہ قبر عیسیٰ بن مریم کی ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے رسول تھے۔ اور ان شہروں کی طرف بھیجے گئے۔ اور ان کے پاس مر گئے۔ پھر انہوں نے اس کو پہاڑ پر دفن کر دیا۔

(۵) پھر ابن عباس کا مذہب جواہر الحسان فی تفسیر القرآن میں یہ لکھا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ھِیَ وَفَاتُ مَوْۃٍ وَنَحْوُہٗ الْمَلِکُ فِی الْعُتْبَۃِ۔

(۶) ملاحظہ ہو زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد ۵ ص۴۲۱۔ عن عِیْسٰی رُفِعَ وَھُوَابْنُ ثَلٰثٍ وَّثَلٰثِیْنَ ھٰذَا قَوْلِ النَّصَارٰی اَمَّا حَدِیْثُ النَّبِیِّ عَاشَ عِیْسٰی عِشْرِیْنَ وَمِائَۃً عیسیٰ ۳۳ سال کی عمر میں آسمان کیطرف اٹھائے گئے۔ نصارےٰ کا قول ہے۔ لیکن نبی کریم کی حدیث یہ ہے۔ کہ عیسیٰ ۱۲۰ برس زندہ رہے۔

(۷) اجماع صحابہؓ جس کا پہلے بیان کیا گیا ہے۔

(۸) ملاحظہ ہو کتاب الفصل فی الملل والاہواء والنحل الامام ابو محمد علی ابن حزم۔

وَقَدْ صَحَّ الْاِجْمَاعُ وَالنَّصُّ عَلٰی اِنَّ اَرْوَاحَ الْاَنْبِیَاءِ صَلٰوتُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ فِی الْجَنَّۃِ وَکَذٰلِکَ اَرْوَاحُ الشُّھَدَآءِ فِی الْجَنَّۃِ وَاَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ رَاٰھُمْ لَیْلَۃَ اُسْرٰی بِہٖ فِی السَّمٰوٰتِ سَمَاءً سَمَاءً اٰدَمُ فِیْ سَمَاءِ الدُّنْیَا وَعِیْسٰی وَیَحْیٰی فِی الثَّانِیَہ وَیُوْسُفُ فِی الثَّالِثَۃ وَ اِدْرِیْسُ فِی الرَّابِعَہ وَھَارُوْنَ فِی الْخَامِسَہ وَمُوْسٰی وَاِبْرَاھِیْمُ فِی السَّادِسَہ وَالسَّابِعَہ صلی اللّٰہ علی جمعھم فَصَحَّ ضَرُوْرَۃً اَنَّ السَّمٰوٰتِ ھِیَ الْجَنَّاتُ ط

اس حوالہ سے ثابت ہے۔ کہ آسمان ہی جنّات ہیں۔ اور آپ نے جو معراج میں انبیاء کی ارواح کو دیکھا ہے۔ جن میں حضرت عیسیٰ کی بھی روح ہے۔ جنت میں دیکھا ہے

اور جنت کے داخلین کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ کہ وہ وہاں سے نکالے نہیں جائینگے۔ پس مسیح کی موت ثابت ہے۔ اور وہ دنیا میں دوبارہ نہیں آسکتے۔ پھر احادیث میں آتا ہے:-

(۱) لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا إِلَّا اتِّبَاعِيْ۔ کہ اگر موسےٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے۔ تو انہیں میری اتباع کے سوا چارہ نہیں تھا۔ لیکن وہ زندہ نہیں ہیں۔

(۲) اَخْبَرَنِيْ اَنَّ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَاشَ مِائَةً وَّ عِشْرِيْنَ سَنَةً وَّلَا اَرَانِيْ اِلَّا ذَاهِبًا عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ۔

عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے اپنی مرض الموت میں حضرت فاطمہؓ کو فرمایا کہ حضرت عیسےٰ نے ۱۲۰ برس کی عمر پائی ہے اور میری عمر ۶۰ برس ہے۔

دیکھو (مواہب اللدنیہ مصنفہ علامہ قسطلانی جلد ا صـ۴۲)

(۲) شرح مواہب اللدنیہ علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی جلد ا صـ۴۲۔

(۳) کذافی الاصابہ (۴) حجج اکرام فی آثار القیامہ (۵) طبرانی عن فاطمۃ الزہراء۔

۳۔ لَمَّا تُوُفِّيَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْطَالِب قَامَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ فَصَعِدَ الْمِنْبَر فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ قُبِضَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ ...... وَلَقَدْ قُبِضَ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِيْ عُرِجَ فِيْهَا بِرُوْحِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ (طبقات کبیر لمحمد بن سعد جز ۳ عن معبرو ابن مریم)

جس دن حضرت علی فوت ہوئے۔ حسن بن علی کھڑے ہوئے۔ اور ممبر پر چڑھ کر خطبہ کیا۔ واللہ یقینا۔ حضرت علیؓ اس مشہور و معروف بات میں فوت ہوئے کہ جس کو تم جانتے ہو۔ کہ اس میں حضرت عیسےٰ بن مریم کی روح اوپر چڑھائی گئی ہے۔ اور رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔

غیر احمدی۔ حدیث میں صاف آتا ہے۔ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِيْكُمْ اِبْنُ مَرْيَمَ۔ اور یا نزول مسیح اُتریگا۔ پس اس کا نزول صعود کو مستلزم۔

احمدی۔ صرف نزول کا لفظ صعود کو مستلزم نہیں ہوا کرتا۔ قرآن مجید میں اسکی کئی مثالیں موجود ہیں۔

(۱) قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ (طلاق ع ۲) اس میں نبی کریم کے لیے خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اوتارا ہے۔

(۲) وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ (حدید ع ۴) اس آیت میں لوہے کے متعلق (جو کانوں سے نکلتا ہے) فرمایا ہم نے لوہے کو اتارا۔

(۳) وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ (زمر ع ۱) اس آیت میں فرمایا ہے کہ ہم نے آٹھ جوڑے چار پایوں کے تمہارے لئے اتارے ہیں۔

(۴) يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سواتکم وَرِيْشًا (اعراف ع ۳) اس آیت میں فرمایا۔ کہ ہم لباس اتارتے ہیں۔

(۵) وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (سورہ حجر ع ۲)

کہ دنیا کی ہر ایک چیز کے خزانے ہمارے پاس موجود ہیں۔ اور ہم جسکو اتارتے ہیں۔ اس کو معلوم اندازہ سے اتارتے ہیں۔ پس کیا تمام اشیاء دنیا کی آسمانوں سے اترا کرتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ پس نزول کے لفظ سے استدلال صعود الی السماء پر نہیں ہوسکتا۔ پھر آپ یہ بھی فرمائیں۔ کہ وہ کہاں نازل ہوگا۔ کیونکہ اس کے منزل میں بھی اختلاف ہے۔ بعض جگہ آیا ہے۔ (۱) ینزل ادداً (۲) ینزل عند المنارة (۳) یخرج من تحت المنارة (۴) ینزل معسکو المسلمین (۵) فیبعث الله عیسٰی ابن مریم۔ بعث اور خروج کا لفظ بھی قابل غور ہے۔ بعث اور خروج بھی آسمان سے اترنے کو نہیں کہتے۔

غیر احمدی۔ بیہقی کتاب اسماء والصفات میں یہ حدیث آتی ہے :۔ عن ابی هریرة اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَآءِ مِنْكُمْ وَ اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔ اس میں تو تصریح کر دیگئی ہے۔ کہ آسمان سے اتریگا۔ یہاں شک کی گنجائش ہی نہیں۔ نیز معراج کی حدیث میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عیسےٰ کو دیکھتے ہیں۔ اور دجّال کا قاتل اسی کو بتایا ہے۔

احمدی - بیہقی کی روایت جو آپ نے پیش کی ہے اسکے آگے لکھا ہے۔ رواہ مسلم کہ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ لیکن مسلم میں نہیں ہے۔ پس جب اصل میں حدیث کا نشان تک نہیں پایا جاتا۔ تو یہ نقل قابل قبول نہیں ہو سکتی اور جو معراج کی حدیث آپ نے پیش کی ہے۔ تو آپ خود خیال فرماویں کہ آپ نے حضرت یحییٰ کے ساتھ حضرت عیسےٰ کو دیکھا ہے بتایئے۔ حضرت یحییٰ مُردے اور حضرت عیسےٰ زندہ ہے بھلا زندے اور مُردے اکھٹے ہو سکتے ہیں؟ پس آپ کا حضرت عیسیٰ کو وفات یافتہ انبیاؑ کے زمرے میں دیکھنا ہی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ آپ وفات پا گئے ہیں۔

غیر احمدی - پھر حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَنْبِیَاءُ اِخْوَۃُ الْعَلَّاتِ اُمَّھَاتُھُمْ شَتّٰی وَ دِیْنُھُمْ وَاحِدٌ وَ اِنِّیْ اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ لِاَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ نَبِیٌّ وَ اِنَّہٗ نَازِلٌ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ کا ہی دوبارہ نزول ہوگا۔ اور وُہی اُتریں گے۔

احمدی - آپ غور فرماویں۔ کہ کیا عقل اسی حدیث کی رُو سے پہلے ابن مریم کا نزول جائز رکھتی ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے۔ کہ تمام انبیاء بھائی علاتی ہیں اور نبی کریم ازروئے آیت اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَ اَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ (احزاب) مومنوں کے باپ ہیں۔ پس جب نبی کریم اپنی اُمت کے باپ ہُوئے اور باقی نبی آپ کے بھائی ہُوئے۔ تو باپ کا بھائی چچا ہوتا ہے۔ پس حضرت عیسیٰ امت محمدیہ کے چچے ہُوئے۔ آپ بتائیں کہ باپ کے مرنے کے بعد ورثہ اولاد کو ملا کرتا ہے یا چچے کو۔ ہاں اولاد اگر نالائق ہو۔ یا بیوقوف ہو۔ تو سرکار ان کے لئے ایک گارڈین مقرر کر دیتی ہے۔ جو ان کے مال کی حفاظت کرے۔ ہم تو اس بات کو مانتے ہیں۔ کہ آپ کی اولاد میں سے کوئی لائق نہ ہو۔ اور کسی غیر کو ان کا گارڈین مقرر کیا جائے۔ بلکہ کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپکی روحانی اولاد میں سے آپکا وارث ہو

غیر احمدی - آپ حدیث لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی کی سند پیش کریں۔

احمدی - ہمیں سند پیش کرنیکی ضرورت نہیں۔ پہلے ائمہ اکابر نے اسے حدیث لکھا

ہے ملاحظہ ہو (۱) الیواقیت والجواہر فی بیان عقاید الاکابر مصنفہ امام عبد الوہاب شعرانی جلد ۲ صفحہ ۱۴۳ (۲) مدارج السالکین مصنفہ امام ابن قیم رئیس المحدثین جلد ۲ صفحہ ۳۱۳ (۳) شرح مواہب اللدنیہ زرقانی جلد ۶ صفحہ ۲۲۵ (۴) تفسیر ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ مطبوعہ مصر

غیراحمدی۔ قرآن مجید میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر تمام اہل کتاب ایمان لے آئینگے۔ یہ آیت بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حیات پر بیّن دلیل ہے۔

احمدی۔ یہ معنے غلط ہیں۔ کیونکہ مَوْتِهِ کی دوسری قرأت مَوْتِهِمْ آئی ہے اس لیئے اس سے مسیح علیہ السلام مراد نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اسکے معنے یہ ہیں۔ کہ کوئی بھی اہل کتاب ہو (یہود یا نصاریٰ) وہ ضرور إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ پر ایمان رکھیگا اپنے مرنے سے پہلے پہلے۔ کیونکہ موت کے بعد تو صاف کھل جائے گا۔ کہ وہ قتل نہیں ہوئے تھے۔ اور ایمان رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ کے مذہب کا قیام ہی اسی بات پر ہے۔ یہود ملعون قرار نہیں دے سکتے۔ جب تک کہ قتل پر ایمان نہ رکھیں۔ اور عیسائیوں کا کفارہ باطل ہو جاتا ہے اگر ان معنوں پر آپ کو کوئی اعتراض ہو تو بخوشی کریں۔ میں جواب دینے کے لیئے تیار ہوں۔

اور آپ کے معنوں پر مجھے مندرجہ ذیل اعتراض ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ سب اہل کتاب کا ایمان لانا قرآن مجید کی دوسری آیات وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ (سورہ آل عمران ع ۶ پ ۳) اور فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ (سورہ مائدہ ع ۳ پ ۶) کے خلاف ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ خدا تعالےٰ اہل کتاب کے متعلق فرماتا ہے۔ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ اور فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا۔ کہ ان میں سے تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔ اور آپکے معنوں کی رو سے لازم آتا ہے کہ سب اہل کتاب ایمان لائینگے۔

(۳) تیسرے یہ کہ عبارۃ النص (جس کی تعریف اصولیوں نے مَا سِيقَ الْكَلَامُ لِأَجْلِهِ کی ہے) کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ مقصد اس رکوع میں جو يَسْأَلُكَ أَهْلُ

الکتاب سے شروع ہوتا ہے۔ اہل کتاب کی شرارتوں کا بیان ہے۔ پھر متنازعہ فیہا آیت کے بعد بھی ان کی شرارتوں کا بیان ہے تبلایئے۔ شرارتوں کے مابین یہ خوبی کیسے آگئی۔ کہ وہ مسلمان ہوجائینگے۔ پس یہ بھی منجملہ شرارتوں کے ان کی ایک شرارت ہے۔ کہ باوجود اس بات کے اظہر من الشمس ہوجانے کے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ اسے صلیب پر مرا ہوا سمجھتے رہینگے۔

(۴) یہ کہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ قیامت اشرار الناس پر قائم ہوگی۔ اگر سب لوگ مسلمان ہوجائینگے۔ تو پھر قیامت اشرار الناس پر کیسے قائم ہوگی۔ کیا حضرت عیسیٰ کے مسلمان کردہ اشرار الناس ہونگے۔

(۵) اس سے بھی حضرت عیسےٰ کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت ہوگی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تو دس یہودی بھی ایمان نہ لائے۔ جیسا کہ حدیث لَوْ اٰمَنَ بِیْ عَشْرَۃٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ لَاٰمَنَ بِیَ الْیَهُوْدُ (بخاری) سے ظاہر ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰ نے سب کو منوا لیا۔

(۶) دوسری قرأت قبل موتہم آپ کے معنوں کو رد کرتی ہے۔

غیراحمدی۔ قبل موتھم قرأۃ شاذہ ہے۔ اور مرزا صاحب نے بھی قبل موتہ کی ضمیر کو ازالہ اوہام میں حضرت عیسیٰ کی طرف پھیرا ہے۔ اور اَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَۃَ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ مسلمان نہیں ہونگے۔ کیونکہ آپس میں مسلمان بھی عداوتیں رکھتے ہیں۔ کیا وہ مسلمان نہیں رہتے۔

احمدی۔ اگر حضرت مسیح موعود نے موتہ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسےٰ کو قرار دیا ہے تو جو آپؑ نے معنے کئے ہیں ان کو بھی تسلیم کریں۔ حضرت صاحب نے معنے قبل ایمانہ بموتہ

لہ اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ آخر آیت میں جو یہ لفظ واقع ہے کہ قبل موتہ اس کلام سے اللہ جلشانہ کا یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص مسیح کی عدم مصلوبیت سے یہ نتیجہ نہ نکال لیوے۔ کہ چونکہ مسیح صلیب کے ذریعے سے مارا نہیں گیا۔ اس لیے وہ مرا بھی نہیں۔ سو بیان فرمایا۔ کہ یہ تمام حال تو قبل از موت طبعی ہے اس سے اس موت کی نفی نہ نکال لینا۔ جو بعد اسکے طبعی طور پر مسیح کو پیش آگئی۔ گویا اس آیت میں یوں فرماتا ہے کہ یہود اور نصاریٰ رہائے اس بیان پر بالاتفاق ایمان رکھتے ہیں۔ کہ مسیح یقینی طور پر صلیب کی موت سے نہیں مرے صرف شکوک و شبہات ہیں سو قبل اسکے

کئے ہیں۔ کہ اسکی طبعی موت ماننے سے پہلے وہ اسکے صلیب پر قتل ہونے کو مانتے رہینگے۔ پھر قبل موتہم کی قرأت کو حقیقۃ الوحی میں بیان کیا ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

اور ایک صحابی آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کے ایسے اُلٹے معنے کرتا تھا۔ جس سے سُننے والے کو ہنسی آتی تھی۔ کیونکہ وہ اس آیت سے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا۔ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی موت سے پہلے سب اس پر ایمان لے آوینگے۔ حالانکہ دوسری قرأت قبل موتہم موجود ہے اور یہ عقیدہ کھلے طور پر قرآن شریف کے مخالف ہے۔ کہ کوئی زمانہ ایسا بھی آئیگا۔ کہ سب لوگ حضرت عیسٰے کو قبول کر لینگے۔

اور جب وہ مسلمان ہونگے۔ تو ان کے درمیان خدا تعالیٰ کو اتحاد و اتفاق پیدا کرنا چاہیئے نہ کہ القاء عداوت۔ پھر وجاعل الذین اتبعوك کو بالکل ہی چھوڑ گئے۔

غیر احمدی۔ پھر مرزا صاحب کی عبارت میں تناقص تھا۔ ایک جگہ کچھ لکھا۔ دوسری جگہ کچھ۔ اور نیز لیؤمننّ میں لام اور نون تاکید کا ہے اسکے معنے استقبال کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے۔

احمدی۔ اس میں معنوی تناقض کچھ نہیں ہے۔ جس طرح موتہ کی ضمیر حضرت عیسٰی کی طرف پھرنے سے مسیح کی زندگی ثابت نہیں ہوتی۔ اسی طرح دوسری قرأت سے اور ضمیر کا اہل کتاب کو مرجع ٹھہرانے سے مسیح کی حیات ثابت نہیں ہو سکتی۔ پھر آپ نے حضرت مسیح موعود کی عبارت میں تناقض خیال کرکے ہم پر بہت جلد اعتراض پیش کر دیا۔ لیکن آپکے معنوں کی رو سے جو قرآن مجید میں تناقض اور اختلاف ثابت ہوتا ہے اس کا کوئی فکر نہیں۔

کہ وہ لوگ مسیح کی موت طبعی پر ایمان لادیں۔ جو در حقیقت واقعہ ہو گئی ہے۔ اس موت کے مقدمہ پر انہیں ایمان ہے۔ کیونکہ مسیح جب صلیب کی موت سے نہیں مرا۔ جس سے یہود اور نصاریٰ اپنے اپنے اغراض کی وجہ سے خاص خاص نتیجہ نکالنے چاہتے تھے۔ تو پھر اسکی طبعی موت پر بھی ایمان لانا ان کے لیئے ضروری ہے۔ کیونکہ پیدائش کے لیئے موت لازمی ہے۔ سو قبل موتہ کی تفسیر یہ ہے۔ کہ قبل ایمانہ بموتہ

(ازالہ اوہام صفحہ ... دہلی ایڈیشن دہلی ...)

کہ ایک طرف تو خدا تعالےٰ نے فرماتا ہے تمام اہلِ کتاب ایمان نہیں لائینگے۔ پھر جلدی سے کہدیا کرتے آئینگے۔ حضرت مسیح موعود نے دو نو قرأتوں کے لحاظ سے آیت کے ایسے معنے کئے ہیں۔ کہ جو بالکل قرآن مجید کے خلاف نہیں پڑتے۔

الف جو آپ نے کہا ہے۔ کہ نون تاکید کا ہے۔ اور وہ استقبال کے لیئے آتا ہے۔ اوّل تو ئیں نے بھی اسکے استقبال کے معنے کئے ہیں۔ یعنی کوئی اہلِ کتاب نہیں مگر وہ مسیح کی صلیبی موت پر ایمان رکھیگا۔ اپنے مرنے سے پہلے پہلے۔

دوسرے قرآن مجید میں ہی ایک ایسی اور مثال ہے۔ کہ اس میں نون تاکید کا ہے اور معنے حال کے ہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ۝ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ (سورۃ نساء رکوع ۱۰)

اس کے معنے جو شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی نے کئے ہیں۔ وہ یہ ناظرین ہیں اور تحقیق بعضے تم میں سے البتہ وہ شخص ہیں۔ کہ دیر کرتے ہیں نکلنے میں۔ پس اگر پہنچتی ہے تم کو مصیبت کہتا ہے تحقیق احسان کیا اللہ نے اوپر میرے جس وقت کہ نہ تھا میں ساتھ ان کے حاضر اور اگر پہنچ جاتا ہے۔ تم کو فضل خدا کی طرف سے البتہ کہتا ہے کہ گویا نہ تھا

لہ فَقَالَ لِاِبْنِهٖ عَبْدِ اللّٰهِ ... اِنْطَلِقْ اِلٰى عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقُلْ يَقْرَأُ عَلَيْكِ عُمَرُ السَّلَامَ وَلَا تَقُلْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاِنِّيْ لَسْتُ الْيَوْمَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَمِيْرًا وَقُلْ يَسْتَاْذِنُ عُمَرُ اَنْ يُّدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ وَقَالَتْ كُنْتُ اُرِيْدُهٗ لِنَفْسِيْ وَلَاُوْثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِيْ (تاریخ الخمیس جلد ۲ ص۲۷۱) حضرت عمرؓ نے اپنے مرنے سے پہلے اپنے لڑکے عبداللہ کو حضرت عائشہؓ کی طرف بھیجا۔ کہ وہ آپ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دے۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ میں چاہتی ہوں۔ کہ میں یہاں دفن ہوں۔ لیکن آج کے دن میں آپ کو اپنے نفس پر مقدم کرتی ہوں۔ ایک روایت میں ہے۔ حضرت عمرؓ کے وفات پا جانے کے بعد اجازت دی ہے پس اس میں لاوثرنہ باوجود نون تاکید کے ہونے کے حال کے معنے میں۔

درمیان تمہارے اور درمیان اسکے دوستی۔ اے کاش کہ میں ہوتا ساتھ اُن کے۔ پس کامیاب ہوتا ہے کامیابی بڑی۔ پس لیبطئن کا ترجمہ دیر کرتے ہیں اور لیقولن کا ترجمہ ضرور کہتا ہے۔ حال کا کیا ہے۔

غیر احمدی - آپ کسی امام نحوی کا حوالہ دیں۔ اور نیز اس آیت کی تشریح ابی ہریرۃ نے بھی یہی کی ہے۔ جیسا کہ انہوں نے كَيْفَ اَنْتُمْ اذا نزل فيكم ابن مريم حكمًا عَدْلًا وليكسرن الصليب وليقتلن الخنزير الخ بیان کر کے کہا ہے۔ فاقرؤا ان شئتم وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته پس اس آیت سے نزول مسیح نکلتا ہے۔ اور نیز اس حدیث میں آتا ہے وَيَفِيْضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ اَحَدٌ مسیح نے تو سب کو مال دینا تھا۔ لیکن مرزا صاحب کے آنے سے تو لوگ آگے سے بھی غریب ہو گئے۔

احمدی - کیا شاہ رفیع الدین صاحب نحو نہیں جانتے تھے۔ اور اسکے معنے کچھ نہیں سکتے تھے۔ کیا اس وقت منافق کوئی نہیں تھا۔ حالانکہ قرآن مجید میں تو جو اسوقت منافقین تھے۔ انہی کی حالت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور جو ابہریرہ کا اجتہاد ہے وہ کمزور ہے۔ جیسا کہ اُصول فقہ والوں نے ان کے متعلق لکھا ہے۔

اَلْقِسْمُ الثَّانِيْ مِنَ الرُّوَاةِ هُمُ الْمَعْرُوْفُوْنَ بِالْحِفْظِ وَالْعَدَالَةِ دُوْنَ الْاِجْتِهَادِ وَالْفَتْوٰى. كَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ (اصول شاشی)

پس وہ اجتہاد میں کمزور ہیں۔ اگر یہ استدلال ان کا قرآنی آیت سے صحیح ہے۔ تو ان کے دُوسرے استدلال کو بھی صحیح مانیں۔ جو مسلم میں آتا ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ اِلَّا نَخَسَهُ الشَّيْطٰنُ فيستهل صارخًا من نخسه الشيطن الا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ ثُمَّ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فاقرؤا اِنْ شِئْتُم اِنِّيْ اُعِيْذُ هَالِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (مسلم مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۲۲۳)

نبی کریم فرماتے ہیں۔ کہ ہر ایک بچہ کو وقت ولادت شیطان چھوتا ہے اور وہ اس کے چھونے سے روتا ہوا پیدا ہوتا ہے مگر حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کو مس شیطان نہیں

ہوا۔ پھر ابوہریرہؓ نے وجہ ان دونوں کے مس شیطان سے محفوظ رہنے کی حضرت مریم کی والدہ کی دعا ٹھہرائی ہے۔ حالانکہ حضرت مریم کی والدہ کی دعا بعد وضع مریم ہوئی ہے اور شیطان کا مس حدیث میں وقتِ ولادت بتایا گیا ہے اور اس اعتراض کو نواب صدیق حسن خان صاحب والیٔ ریاست بھوپال نے اپنی تفسیر فتح البیان میں بھی بیان کیا ہے۔ جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔

"اس مقام میں ایک قوی اشکال پڑتا ہے میں نے کسی مفسر کو نہیں دیکھا۔ کہ اسنے اس پر آگاہ کیا ہو۔ اور حاصل اشکال کا یہ ہے۔ کہ حضرت مریم کی والدہ کا قول وَ اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ اپنے قبل پر جو کہ حیز لَمَّا وَضَعَتْهَا میں واقع ہے۔ معطوف ہے"

پس یہ امر مقتضی ہے کہ اس پناہ دینے کی طلب مریم کے جننے کے بعد واقع ہوئی ہے پس اب پر یہ امر مترتب نہیں ہو سکتا۔ کہ مریم وقتِ ولادت طعنِ شیطان سے محفوظ رہی ہو۔ کیونکہ آیت کا مقتضائے ظاہر یہی ہے۔ کہ اعاذت شیطان سے مریم کی وضع کے بعد واقع ہوئی ہے۔ اور یہ اعاذت شیطان کے مریم پر وقت ولادت طعن کے ساتھ مسلط ہونے کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ اسکی عادت طعن کرنا ہے۔ بچہ کو وقتِ ولادت کے پس سوچ اور اس بات کا قائل سلیمان الجمل ہے۔

پس جب علمائے سلف نے ابوہریرہ کے اس استدلال کو غلط قرار دیا تو متنازعہ فیہا استدلال تو اس سے بھی اضعف ہے تو اس کو غلط قرار دینا نامناسب نہیں۔ کیونکہ اگر یہ دوسرا استدلال صحیح مانا جائے۔ تو اس سے نبی کریم اور دیگر انبیاء مس شیطان سے محفوظ نہیں مانے جا سکتے۔

اور یقبض المال سے یہ نکالنا کہ مسیح مال بہت دیگا۔ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ اگر سب کو مال دیگا۔ تو دنیا کا سلسلہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔

اور نیز یہ آیت وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ (سورہ شوریٰ ع ۳) سے ثابت ہے۔ کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ سب کو مال یکساں ہو جائے۔ ایسا ہونے سے خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ زمین میں بغاوت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ خبیر و بصیر نہیں رہا۔ دوسرے یہ کہ مال فاضل واقعہ ہوا ہے۔ معقول نہیں

جیسے عینی شرح بخاری جلدہ صفحہ ۵۹۹ میں لکھا ہے۔ قَالَ ابْنُ التِّیْنِ اِعْرَابُہٗ بِالضَّمِّ لِاَنَّہٗ کَلَامٌ مُّسْتَانِفٌ غَیْرُ مَعْطُوْفٍ لِاَنَّہٗ لَیْسَ مِنْ فِعْلِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ پس اس کے معنے یہ ہونگے کہ اس وقت مال بہت بڑھ جائیگا۔ اور یہ ظاہر ہے اور پھر اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ یہ حضرت عیسٰے کے فعل سے نہیں ہے۔ پس آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ سے مسیح کی حیات ثابت کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔

پانچویں دلیل قرآن مجید سے وفات مسیح کی یہ ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ (مائدہ ع ۱۰ پ ۶) خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ حضرت مسیح اور اسکی والدہ انسان تھے۔ اور وہ کھانا کھایا کرتے تھے۔

یہ گذشتہ زمانہ کا بیان ہے یعنی اب نہیں کھاتے۔ تو اب کھانا کھانیکی دو صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) ایک یہ کہ وہ زندہ ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں۔ لیکن یہ صورت از روئے قرآن مجید غلط ہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ وَمَا جَعَلْنٰھُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا کَانُوْا خٰلِدِیْنَ (سورہ انبیاء ع ۱ پ ۱۷) کہ ہم نے انبیاء کے جسم ایسے نہیں بنائے کہ وہ کھانا کھانے کے محتاج نہ ہوں (۲) دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے۔ کہ وہ مُردہ ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں اور اس کے سوائے تیسری صورت اگر ہو سکتی ہے تو مولویصاحب پیش کریں۔

چھٹی دلیل یہ ہے کہ مسیح فرماتے ہیں۔ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا ؕ (سورہ مریم ع ۲ پ ۱۶) کہ مجھے خدا تعالےٰ نے نماز اور زکوٰۃ کا تاکیدی حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں۔ پس اگر مسیح زندہ ہیں۔ تو مسیح آسمانوں پر نماز کیسے ادا کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ کس کو دیتے ہیں۔

غیر احمدی۔ یہاں پر زکوٰۃ سے مراد تطہیر ہے۔ نہ مال کی زکوٰۃ۔

احمدی۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں جہاں صلوٰۃ کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہے وہاں مالی زکوٰۃ مراد ہے۔ آپ کو جب حکم ہوتا ہے۔ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ تو وہاں مالی زکوٰۃ مراد ہو اور حضرت عیسٰے کے لیئے آئے۔ تو تطہیر۔ اس تفریق کی کیا وجہ ہے۔

جب مناظرہ اس حد کو پہنچ گیا۔ تو مولوی صاحب کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور ایسے حیران و پریشان ہو گئے۔ کہ خدایا یہ کیا ہو رہا ہے۔ بالکل گھبرا گئے تھے۔ اور ۵ منٹ

کی بجائے صرف ۵ منٹ بولکر بیٹھ جاتے تھے پس یہ آپ نے اپنی آخری تقریر کو ۳ منٹ میں ختم کردیا۔
اور میرے سب سوالوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنے چار سوال کردئیے۔ اور بیٹھ گئے۔

غیر احمدی۔ (۱) آپ مجھے قرآن مجید میں کہیں سے یہ دکھادیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرگئے ہیں۔ اور موت کا لفظ دکھادیں (۲) مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ مسیح کی قبر کشمیر میں ہے۔ آپ ان کی قبر کا قرآن مجید و احادیث سے ثبوت دیں (۳) امام بیہقی ایک بڑے امام ہیں۔ وہ غلط نہیں لکھ سکتے۔ اور پھر اِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَيْكُمْ صاف حدیث وارد ہوئی ہے (۴) آپ نے حضرت عیسیٰ کی عمر حدیث سے ۱۲۰ سال پیش کی ہے۔ اس حدیث کے متعلق کتاب ماثبت بالسنہ میں لکھا ہے فِيْهِ مَقَالٌ کہ اس میں کلام ہے یہ حدیث صحیح نہیں معلوم ہوتی۔

یہ مناظرہ کا دوسرا دن تھا اور اس میں مباحثہ ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک قرار پایا تھا اور ۱۲ بجے میں ابھی ۱۰ منٹ باقی تھے۔ اور میری تقریر کی باری تھی۔ کہ مولوی صاحب کہنے لگے۔ کہ اب دوسرا مسئلہ شروع کرنا چاہیئے۔ مینے کہا کہ مجھے اپنی باری پر بول لینے دو۔ پھر دوسرا مسئلہ شروع کیا جائے۔ آخر انہوں نے شور ڈالدیا۔ ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ ہم اپنا وقت ضرور لینگے۔ آخر یہ قرار پایا۔ کہ اب لوگ کھانا وغیرہ کھا کر اور نماز ظہر ادا کر کے یہاں حاضر ہو جائیں۔ پھر آپ نے وقت لے لینا۔ پس جب لوگ واپس آئے اور میں تقریر کے لیئے کھڑا ہوا۔ تو مولویان ثلاثہ کی یہی رائے تھی۔ کہ دوسرے مسئلہ پر مباحثہ ہو۔ میں نے کہا۔ پہلے ہمیں مدعی ٹھہرایا گیا ہے۔ اس لیئے جو مولویصاحب نے کچھ اعتراض کئے ہیں۔ میں ان کا جواب دونگا۔ آخر میں نے تقریر شروع کی۔

احمدی۔ قَدْ مَاتَ عِیْسٰی مُطْرِقًا وَ نَبِيُّنَا حَیٌّ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ وَافَانِیْ لَھَا
اِنْ تَظَنَّنْتَ ابْنَ مَرْيَمَ عَائِشًا۔ فَعَلَيْكَ اِثْبَاتًا مِّنَ الْبُرْهَانِ

غیر احمدی۔ (لوگوں کو خطاب) کر دیکھو۔ یہ اب شعر پڑھتے ہیں۔

احمدی۔ مولوی صاحب! آپ گھبرا گئے ہیں۔ آپ تسلی سے بیٹھیں۔ آرام سے سُنیں گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ میں نے تو ابھی شعروں کا مطلب بھی نہیں بتایا۔ حاضرین نے اس سے کچھ نہیں سمجھا۔ آپ کیوں گھبرا گئے۔ چونکہ شور پڑ گیا تھا۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر اُٹھا ؎

نازک کلائیاں میری توڑیں عدو کا دِل + میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

غیر احمدی (گھبراہٹ سے لوگوں کو خطاب) دیکھو پھر یہ شعر پڑھتے ہیں۔

احمدی - مولویصاحب! آپ کو کیا - میں اپنے وقت میں جو چاہوں - کروں کیا آپ اصول مناظرہ کے خلاف نہیں کر رہے - کیا آپ کو معلوم نہیں - کہ مناظرہ کس چیز سے ماخوذ ہے اور فریق مخالف کو چاہیئے - کہ جب تک دوسرا کلام کو ختم نہ کرے درمیان میں نہ بولے - اگر آپ کو رشیدیہ بھول گیا ہو - تو لیجیئے - میں رشیدیہ آپ کی طرف بھیجتا ہوں - آپ اس سے یہ عبارت پڑھ لیں -

اَلْمُنَاظِرَۃُ مَاخُوْذَۃٌ مِّنَ النَّظْرِ بِمَعْنَی الْاِنْتِظَارِ - وَ فِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی اِنَّہٗ جَدِیْرٌ اِنْ یَّنْتَظِرَ اَحَدَ الْمُتَخَاصِمَیْنِ اِلٰی اَنْ یَّتِمَّ کَلَامَ الْاٰخِرِ لَا اَنْ یَّتَکَلَّمَ فِیْ خَاقِ کَلَامِہٖ -

پس جب ان سے ایسی مذبوحی حرکات صادر ہوئیں اور ان کے پریذیڈنٹ نے دیکھا کہ ہمارے مناظر صاحب کی حالت دگرگوں ہے - تو ہمیں یوں خطاب کیا -

غیر احمدی پریذیڈنٹ - اگر آپ پسند فرمادیں - تو ہم آپکے مقابلہ میں کمزور مناظر کردیں -

احمدی - کمزور مناظر تو آپ تب کریں - اگر میں کہوں کہ میرے مقابل میں کمزور مناظر لاؤ - ذرا اس اپنے طاقتور اور بڑے مناظر کو تھوڑی دیر تو رہنے دو - ابھی اسکی طاقت ظاہر ہو جاتی ہے - آخر ان کو ہمیں وقت دینا پڑا - اور میں نے یوں تقریر شروع کی -

ہماری آخری تقریر

ع ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مری حق میں + زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعاں کا

مولوی صاحب نے ہماری سب باتوں کو مان لیا ہے اور کہا ہے کہ میری تین چار باتوں کا جواب دے دو - لیجیئے جناب! ہم آپ کو ان کا بھی جواب دیتے ہیں -

(۱) پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ توفی کا لفظ جیسے مسیح کے لئے استعمال ہوا ہے اسکے معنے سوائے قبض روح اور موت کے ہو ہی نہیں سکتے - تو پھر موت کے لفظ کے دکھانیکی کیا ضرورت - مثلاً گندم اور گیہوں کا مفہوم جب ایک ہے تو ایک کے بولنے سے مفہوم ادا ہو جائے گا - اسی طرح توفی مذکورہ بالا قاعدہ کی رو سے جب موت کا مترادف ہے تو ایک کا بولنا ہی کافی ہے - آپ بھی تو ذرا قرآن مجید سے حیات کا لفظ نکالدیں کہ مسیح زندہ ہے - لیجیئے ہم آپ کو موت کا لفظ بھی دکھا دیتے ہیں - حضرت مسیح فرماتے ہیں - وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا - (سورہ مریم ع ۲پ ۱۶) مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا

ہوا - اور جس دن میں مرونگا - اور جسدن میں زندہ اُٹھایا جاؤنگا - آپ اسمیں یہی اعتراض کر سکتے ہیں - کہ اَمُوْتُ مضارع کا صیغہ ہے کہ جس سے یہ نکل سکتا ہے کہ وہ آیندہ مرجائیگا تو پھر حضرت یحییٰ کو بھی زندہ ماننا پڑیگا - کیونکہ ان کے لیئے بھی مضارع کا ہی صیغہ استعمال ہوا ہی جیسے خدا تعالےٰ فرماتا ہے - وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (سورۂ مریم غ ۳) پس حضرت مسیح اور یحییٰ علیہم السلام کے لیئے موت کا لفظ وارد ہوا ہے -

(۲) دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ ہمارے لیئے ضروری نہیں - کہ ہم مسیح کی قبر کا ثبوت دیں - کیونکہ کسی کی اثبات موت کے لیئے قبر کا ثبوت دینا ضروری نہیں ہوتا - ورنہ آپ سوا لاکھ پیغمبر کی قبر کا تو ثبوت دیں - اور جو حضرت مسیح موعودؑ نے کشمیر میں قبر بتائی ہے - تو آپ نے تاریخی واقعات سے اُسے ثابت کیا ہے جیسے کہ اکمال الدین وغیرہ کتب سے ثبوت دیا ہی اور کشمیر کے باشندگان میں سے بہتر آدمیوں نے اس پر گواہی دی ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ کی قبر ہی پس تاریخی ثبوت کے لحاظ سے ہم سمجھتے ہیں - کہ کشمیر میں مسیح کی قبر ہی اور بھی اسپر شواہد و دلائل انجیل وغیرہ سے حضرت صاحب نے پیش کیئے ہیں -

(۳) تیسری بات کا جواب میں پہلے دیچکا ہوں - کہ اِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَيْكُمْ حدیث رسول اللہ نہیں ہے بلکہ وہ حسن بصری کا قول ہی اور بیہقی کی روایت اس لیئے صحیح نہیں ہوسکتی - کہ وہ اصل میں نہیں پائی جاتی - اور آپ کہتے ہیں امام بیہقی بڑا امام ہی جبھی تو ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث کسی اور نے درج کردی ہوگی - کیونکہ اتنا بڑا امام دوسرے کیطرف جھوٹ قول منسوب نہیں کر سکتا!

(۴) چوتھی بات کا جواب یہ ہے کہ کتاب اثبت بالسنۃ میں جس حدیث کے بعد کہا گیا ہے - فیہ مقال ہے - وُہ یہ ہے -

لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ اِلَّا عَاشَ نِصْفَ عُمَرَ اَخِيْهِ الَّذِيْ قَبْلَهٗ وَقَدْ عَاشَ عِيْسٰى خَمْسَةً وَعِشْرِيْنَ وَمِائَةً -

پس اس میں مسیح کی ۱۲۵ سال عمر بتائی گئی ہے - اور جو ۱۲۰ سال والی حدیث پیش کی گئی ہے - وہ صحیح ہے - جیساکہ نواب صدیق حسن خان صاحب حجج الکرامہ ص۴۲۸ میں فرماتے ہیں - ورجالہٗ ثقۃ - کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں ضعیف نہیں ہیں - آپ کے سوالوں کے میں نے تمام جواب دیدیئے ہیں - لیکن میرے سوال ویسے کے ویسے ہی پڑے ہیں - آپ نے ایک کا بھی جواب نہیں دیا - پھر میں نے وہ سوالات پیش کیئے - پانچ وہ جو آیت اِنْ مِّنْ

اھل الکتٰب کے ایسے معنوں پر کئے گئے ہیں۔

(۶) چھٹا سوال یہ کیا تھا کہ آپ فنی خلت من قبلہ الرسل کے معنے کریں۔

(۷) آپ توفیتنی کے معنی دفعتنی کرتے ہیں کونسا قرینہ لیتے ہیں۔

(۸) کہ حضرت مسیح آسمان پر نماز کس طرح ادا کرتے ہیں؟ اور زکوٰۃ کن کو دیتے ہیں؟

(۹) تیسری کونسی صورت ہے کہ وہ زندہ ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں؟

(۱۰) پھر فبھا تحیون وفیھا تموتون کے خلاف وہ کس طرح اور کیوں آسمان پر اُٹھائے گئے؟

تلک عشرہ کاملہ

بس میرے مطالبات میں سے آپ نے ایک کا بھی جواب نہیں دیا پھر میں نے قرآن مجید سے وفاتِ مسیح پر جو آیات بیان کی تھیں۔ دُہرائیں۔

جب میں نے اپنی تقریر ختم کی۔ تو حاضرین میں سے ایک سکھ پنشنر ڈاکٹر سردار گوہر سنگھ صاحب ساکن کالوداں نے مجھے ۵ روپے انعام کے طور پر پیش کئے۔

غیر احمدی۔ مرزا صاحب حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں:۔

احمدی۔ مولوی صاحب! آپ ابھی دوسرے مسئلہ کو شروع نہیں کر سکتے جب تک یہ نہ طے ہو جائے۔ کہ پہلی تقریر کسکی ہے۔ لیکن مولوی صاحب تو حواس باختہ ہو گئے تھے۔ پھر اُٹھ کر کہنے لگے۔ مرزا صاحب حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں۔

مَیں نے کہا۔ مولوی صاحب دوسرا مسئلہ صداقت مسیح موعود ہے اسکے مدعی ہم ہیں۔ نہ آپ۔ پہلی تقریر ہماری ہے تاکہ ہم آپ کا دعویٰ بیان کریں۔ پھر آپ اس پر جرح کرنے کے مجاز ہونگے۔ لیکن مولوی صاحب بھلا کہاں سُنیں۔ چُونکہ پہلے مسئلہ میں مُنہ کی کھا چکے تھے۔ اور ابھی زخم تازہ ہی تھے۔ بھلا دوسرا مسئلہ کس طرح شروع کر سکتے تھے۔ آخر آپ تو بیٹھ گئے۔

اور مذکور فی الابتدا مولوی کھڑا ہوا۔ اور پنجابی شعر پڑھنے شروع کر دئے اور ایمان کی تین اقسام بتائیں۔ ایک ایمان امارہ۔ ایک ایمان لوّامہ۔ اور ایک ایمان مطمئنہ۔ اس طرح پر مولوی عبداللہ صاحب نے اپنی جان بچائی۔ اور یُوں خدا تعالےٰ کے فضل سے ہم نے ایک عظیم الشان فتح پائی +

تمام شد